"کتاب فقہ اکبر کا (90%) فیصد
سوالاًجواباً خلاصہ"

الفقہ الاکبر

نام مدرس: علامہ ممتاز علی مدنی مدظلہ

مرتب: سیّد منہاج عطاری حنفی

فون نمبر: 0315-8197735
0315-3091582

تعارف سراج الامہ کاشف الغمہ امام اعظم ابو حنیفہ علیہ رحمہ

نام: **نعمان** والد کا نام: **ثابت**

کنیت: **ابو حنیفہ** لقب: **امام اعظم**

ولادت: 80 ہجری بمطابق 699ء کوفہ میں ہوئی۔

آپکی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ نے تقریبا 20 صحابہ کرام سے ملاقات کا شرف حاصل کیا جن میں انس بن مالک، عبد اللہ بن اوفیٰ، عامر بن واصلہ کا نام سر فہرست ہے آپکا شمار فقہاء کے پہلے طبقے میں ہوتا ہے اور یہ سب سے اعلیٰ طبقہ ہے۔

حکایت:

امام اعظم فرماتے ہیں کہ میں 96 ہجری 16 سال کی عمر میں والد صاحب کے ساتھ جب حج پر گیا تو میں نے ایک شیخ کو دیکھا جن کے ارد گرد کافی لوگ جمع تھے میں نے اپنے والد صاحب سے انکے بارے میں معلوم کیا تو فرمایا یہ صحابی رسول "عبد اللہ بن حارث" ہیں لوگ انکے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث سننے کے لیے جمع ہوئے ہیں تو امام اعظم علیہ رحمہ بھی آگے بڑھے اور صحابی رسول سے براہ راست ایک حدیث سننے کی سعادت حاصل کی۔

وفات: 150 ہجری میں آپکو زہر دے کر شہید کر دیا گیا آپ کے جنازے میں تقریبا پچاس ہزار افراد نے شرکت فرمائی آج بھی آپکا مزار پُر انوار بغداد شریف میں مرجع خلائق ہے۔

اعتراض: مخالفین یہ اعتراض کرتے نظر آتے ہیں کہ کتاب فقہ اکبر امام اعظم کی تصنیف نہیں ہے اس بارے میں انکو کیا جواب دیا جائے۔۔؟

جواب: چوں کہ امام اعظم علیہ رحمہ نے یس میں معتزلہ کے عقائد کا رڈ بلیغ کیا ہے اور اہلسنت کے عقائد کو واضح کیا ہے اسی لیے یہ شبہ انہی کا پیدا کیا ہوا ہے ورنہ عبد القاہر البغدادی فرماتے ہیں کہ فقہاء میں سے پہلے متکلم امام اعظم ابو حنیفہ علیہ رحمہ ہیں اور آپ نے قدریوں کے رڈ پر کتاب لکھی جسکا نام "الفقہ الاکبر" رکھا۔

ابتدائی باتیں علم کلام کے متعلق

علم کلام کی تعریف: دین کے عقائد کا وہ علم جو یقینی دلائل سے جانا جائے۔

دوسری تعریف: ایسا ملکہ جس کے ذریعے دین کت عقائد کو یقینی دلائل سے ثابت کیا جائے۔

وجہ تسمیہ: یہ ایسا علم ہے جس میں اکثر اوقات دین کے عقائد کو ثابت کرنے کے لیے مخالفین سے مناظرہ کیا جاتا ہے۔

غایت: اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور افعال کی معرفت، یقین کی دین اسلام میں پختگی، مسلمان کا تقلید سے یقین کی ترف حلول کرنا۔

موضوع: دینی عقائد کو پختہ کرنا اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات حضور ﷺ کی زندگی اور دیگر انبیاء کرام کی معلومات موت کے بعد کے معاملات اور قیامت کے بعد کے معاملات یہ سب اس علم کا موضوع ہیں۔

سوال: فقہ الاکبر کس فن کی کتاب ہے؟

جواب: فقہ الاکبر فن عقائد کی کتاب ہے جسکو علم کلام بھی کہتے ہیں۔

سوال: عقیدہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: عقیدہ عقد سے بنا ہے اسکا لغوی معنیٰ ہے "گرہ لگانا" اصطلاح میں ایسا فیصلہ جس میں شک کی گنجائش نہ ہو اُس فیصلے پر انسان کا دل ضمیر مطمئن ہو اور وہ اسے لائق اتباع سمجھتا ہو۔

سوال: فروعی عقائد کے کتنے امام ہیں اور انکے متبعین کو کیا کہا جاتا ہے نیز انکا معیار کیا ہے اور احناف فروعی عقائد میں کس کی پیروی کرت ہیں؟

جواب: فروعی عقائد میں دو امام ہیں "امام ابوالحسن اشعری" اور "امام ابو منصور ماتریدی" انکے متبعین کو اشاعرہ یا ماتریدیہ کہا جاتا ہے مفتی امجد علی اعظمی فرماتے ہیں یہ دونوں حق اہلسنت ہیں اور احناف عقائد فروعیہ مین ابو منصور ماتریدی کی پیروی کرتے ہیں۔

بیان اصول الایمان

سوال: اصول کسے کہتے ہیں اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اصول اصل کی جمع ہے جس کے معنی ہیں "جڑ" اصول سے مراد وہ قوانین جن پر کسی فن یا کسی علم کیا بنیاد رکھی جائے۔

سوال: ایمان لا لغوی و اصطلاحی معنی بیان کریں؟

جواب: ایمان کا لغوی معنی ہے "امن دینا" اصطلاح شریعت میں ایمان اُن اسلامی عقائد کا نام ہے جنھیں مان کر انسان عذاب الٰہی سے امن میں آجاتا ہے۔

سوال: اصل توحید سے کیا مراد ہے؟

جواب: توحید کی اصل ضروریات دین ہے کہ ان سب پر اجمالی ایمان لانا ضروری ہے۔

سوال: "مایصح الاعتقاد" سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ضروریات دین ہیں۔

سوال: ضروریات دین کی تعریف کریں!

جواب: جسکو ہر خاص و عام جانتا ہو۔

سوال: اللہ پر یمان لانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات وجملہ اوصاف کمالات میں یکتا ہے بے مثل وبے مثال ہے اسکا کوئی شریک نہیں نہ ہی اسکا کوئی ہم پلّہ ہے۔

سوال: فرشتے کیا ہیں مختصر وضاحت کریں!

جواب: یہ اجسام نوری ہیں یعنی نوری مخلوق ہیں اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ طاقت دی ہے کہ یہ انسان کا روپ دھار سکتے ہیں یہ وہی کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا حکم دیتا ہے یہ جنس سے پاک ہیں انکو قدیم ماننا کفر ہے "جواھر الاصول" میں ہے کہ فرشتوں کے لیے جنت میں کوئی حصہ نہیں ہے اس لیے کہ فرشتوں کو نفس نہیں دیا گیا اور جنت اہل نفس کے لیے ہے۔

سوال: کتابوں اور رسولوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: کتابوں سے مراد (توریت، زبور، انجیل، قرآن مجید) ہے رسل سے مراد "نبی اور رسول" دونوں ہیں۔

أسئلة الحاشية

سوال: قرآن مجید میں کتنی طرح کی خبریں وارد ہوئیں ہیں؟

جواب: قرآن مجید میں جو خبریں وارد ہوئی ہیں وہ (4) طریقے کی ہیں:

۱: توحید علمی خبری:- اللہ جلاواعلیٰ کی ذات وصفات اور اُسکے افعال کاملہ کے بارے میں خبر۔

۲: توحید ارادی طلبی:- تمام جھوٹے الہٰ کو چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت کرنا۔

۳: حقوق توحید:- بندہ کو اللہ کے لازم کردہ احکام (امر و نہی میں سے) کی اطاعت کرنا۔

۴: توحید کی جزاء وسزاء:- دنیاں میں توحید کا اقرار کرنے والوں کے لیے آخرت میں انعام کا ہونا اور انکار کرنے والے مشرکین کے لیے آخرت میں عذاب کا ہونا۔

سوال؛ کیا اچھی بری تقدیر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے!

جواب:جی ہاں۔۔! ہر بھلائی اور برائی اللہ نے اپنے علم ازلی سے جان کر مقرر فرمادی جیسا ہونے والا تھا جو جیسا کرنے والا تھا اپنی علم سے جان کر وہی لکھ دیا لیکن اسکے لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کیا۔

سوال: تقدیر کا لغوی و اصطلاحی معنٰی تحریر کریں نیز تقدیر کی اقسام بیان کریں مع حکم۔۔!

جواب: لغوی معنی ہے (طے کرنا، اندازہ کرنا، مقرر کرنا) اصطلاحی معنی سے مراد یہ ہے کہ کائنات اور نوعِ بنی آدم کے تمام احوال کا وہ علم جو اللہ کے پاس لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

"تقدیر کی اقسام"

اسکی تین قسمیں ہیں:-

1: مبرم حقیقی:- یہ آخری اٹل فیصلہ ہوتا ہے جسکو اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا جاتا ہے اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

2: مبرم غیر حقیقی:- یہ وہ فیصلہ ہوتا ہے جو عام حلات میں طے ہوتا ہے مگر خاص اکابر اور اولیاء کرام اور صالحین کی دعاؤں سے تبدیل ہو جاتی ہے۔

3 معلق:- جس تک اللہ کے عام بندوں کی رسائی ہو جاتی ہے یہ صدقات و خیرات ماں باپ اور اساتذہ کی دعا سے بدل جاتی ہے۔

سوال: کیا قیامت کے دن حساب کتاب پر ایمان لانا لازمی ہے؟

جواب:جی ہاں۔۔! اس پر ایمان لانا ضروری ہے حساب حق ہے اور یہ کل بروز قیامت ہونے والا ہے اس پر ایمان لانا لازم ہے اسکا منکر کافر ہے حساب کا معنی گنتی و شمار کے ہیں اس "جن و انس" کے اعمال کی گنتی مراد ہے جو قیامت میں جزاء و سزاء کی صورت میں سامنے آئے گی۔

سوال؛ میزان کیا ہے اور اسکا حکم کیا ہے؟

جواب:میزان حق ہے اس پر لوگوں کے اعمالِ نیک وبد کا وزن کیا جائے گا نیکی کا پلڑا بھاری ہو گا تو وہ بلند ہو جائے گا

"واللہ اعلم بالصواب"

توحیدِ باری تعالیٰ

سوال:واحد اور احد کی تشریح کریں۔۔!

جواب:واحد "وحدۃ" سے بنا ہے جسکے معنیٰ ہیں اکیلا ہونا اور کبھی بے نظیر و بے مثال کو بھی واحد کہتے ہیں لفظ واحد خالق اور مخلوق سب پر بولا جاتا ہے لیکن لفظ "احد" مطلقا فقط اللہ تعالیٰ کی ذات پر بولا جاتا ہے۔

واحد حقیقۃً وہ ہے جسکا کوئی جزء نہ ہو اور نہ وہ تقسیم ہو نیز واحد جب اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو اس سے مراد یہ ہو گا کہ اللہ اپنی ذات وصفات فعلیہ وذاتیہ میں اکیلا ہے۔

سوال:کیا اللہ تعالیٰ عدد کے لحاظ سے ایک ہے؟

جواب:ہر گز ایسا نہیں کیوں کہ ہر عدد کے بعد دوسرا عدد ہوتا ہے جبکہ اللہ کے بعد دوسرا خدا نہیں ہاں اللہ اس لحاظ سے ایک ہے کہ اسکا کوئی شریک نہیں ہر چیز سے وہ بے نیاز ہے تمام اشیاء اپنے وجود وبقاء میں اللہ کی محتاج ہیں۔

سوال:کیا اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی کے مشابہ ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی کے مشابہ نہیں ہے کیوں کہ اللہ واجب الوجود لذاتہ ہے ماسوا اسکے تمام اشیاء ممکن الوجود فی حدّ ذاتہ ہیں وہ "غنی وصمد" ہے لیکن مخلوق اپنی وجود میں اللہ کی محتاج ہے۔

سوال:اس عبارت [ولایشبھہ شیء من خلقہ] کو کیوں لایا گیا؟

جواب:دراصل یہ عبارت اپنی ماقبل عبارت کی تاکید وتقریر ہے جو اللہ کے فرمان (لیس کمثلہ شیء) سے مستفاد ہے۔

سوال:کیا اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات کے ساتھ ہمیشہ رہیگا؟

جواب: جی ہاں۔۔! اللہ جلّاواعلیٰ اپنے اسماء وصفات فعلیہ وذاتیہ کے ساتھ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا۔

سوال: اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں اختلاف تحریر کریں؟

جواب: اس بارے میں علمائے ماترید اور علمائے اشاعر کا اختلااف ہے:

- ماتریدی حضرات   اللہ کی ذات وصفات سب قدیم ہیں۔
- اشاعرہ حضرات   ذات قدیم ہے صفات فعلیہ قدیم نہیں۔

"واللہ اعلم بالصواب"

صفات ذاتیہ وفعلیہ

سوال: صفات ذاتیہ وصفات فعلیہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس صفت کی ضد سے اللہ کو متصف کرنا جائزنہ ہو وہ "صفات ذاتیہ" کہلاتی ہے (حیاۃ، کلام، علم)۔

جس صفت کی ضد سے اللہ کو متصف کرنا جائز ہو وہ "صفات فعلیہ" کہلاتی ہے۔ (تخلیق، ترزیق، انشاء)

سوال: امام اعظم علیہ رحمہ نے صفات ذاتیہ کتنی ذکر کی ہیں؟

جواب: آپ نے 7 صفات ذاتیہ ذکر کی ہیں (حیاۃ، قدرت، علم، کلام، سمع، بصر، ارادۃ)۔

سوال: اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتی (حیاۃ) سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس مراد یہ ہے کہ وہ حیّ ہے خود حیات ہے سب کی زندگیاں اسکے دست قدرت میں ہیں جسکو چاہے زندگی دے جسکو چاہے موت دے۔

سوال:اللہ تعالیٰ کی صفت ذاتی(قدرت)سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ممکن پر قادر ہے کوئی ممکن کام اسکے قدرت سے باہر نہیں اور محال کام اسکی تحت قدرت داخل نہیں خود فرماتا ہے: [لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ]

(سورۃ التغابن آیۃ1)

نوٹ:تفسیر میں ہے کہ قدرت ممکنات سے متعلق ہوتی ہے نہ کہ واجبات و محالات سے تو آیت کا معنی یہ ہو گا کہ اللہ ہر ممکن الوجود پر قادر ہے اور کذب وغیرہ عیوب اللہ کے لیے محال ہیں۔

سوال:اللہ تعالیٰ کی صفت ذاتی(کلام)سے کیا مراد ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کلام فرماتا ہے مگر اسکا کلام "زبان حروف آواز"کا محتاج نہیں ہے خود فرماتا ہے:

[وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا] (سورۃ النساء آیۃ164)

کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ذاتیہ ازلیہ ہے اسکا کلام نظم کی صورت پر ہے جس کو قرآن کا نام دیا جاتا ہے اور قرآن مرکب ہے حروف سے لیکن قرآن کو مخلوق بتانا کفر ہے اس تفصیل آگے آئیگی ان شاء اللہ۔

سوال:اللہ تعالیٰ کے کلام کی کتنی صورتیں ہیں بیان کریں۔۔!

جواب:کلام اللہ کی 3صورتیں بنیں گی:

1:وحی 2:الھام 3:حجابی کلام

[وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ]

سوال:اللہ تعالیٰ کی صفت کلامیہ کے بارے میں دیگر مذاہب کا موقف نیز مختار مذہب بھی بیان کریں۔۔!

- جواب: اس بارے میں متزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے صفت کلامیہ نہیں بلکہ اسکا کلام حروف وآوازہیں جو قائم بغیرہ ہیں جنکو اللہ نے پیدا کیا ہے۔
- مبتدع حنابلہ کہتے ہیں کہ اللہ کا کلام حروف و آواز پر مشتمل ہے جو قائم بذاتہ ہے اور وہ قدیم ہے۔
- بعض جہلاء کہتے ہیں کہ اللہ کا کلام جلد کاغذ کی صورت پر ہے جو قدیم ہے۔
- مختار مذہب وہی ہے جو بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اسکی ذاتی صفت ہے جو ازلی ہے اور "کلامہ لیس ککلامنا" اسکا کلام ہمارے کلام کی طرح نہیں ہے یعنی اسکا کلام حروف آواز سے پاک ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کی صفت تکوین کے بارے میں ماتریدیہ اور اشاعرہ کا کیا مذہب ہے بیان کریں؟

جواب: اہلسنت میں ماتریدیہ اشیاء کے وجود کے تعلق کو "کن" سے نہیں جوڑتے بلکہ اس سے مراد مقصود کا جلدی حاصل ہونا ہے

جبکہ اشاعرہ اور انکے متبعین اشیاء کے وجود کا تعلق "کن" کے ساتھ جوڑتے ہیں اور یہ کلام "کن" "صفت تکوین پر دال ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا کلام بطور دلیل پیش کرتے ہیں ہے [إِذَا قَضَى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ]

جواب:۔ جس طرح "صور" قدرت وعظمت کے اظہار کے لیے ہے اسطرح لفظ "کن" بھی قدرت وعظمت کے اظہار کے لیے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قیامت سے قبل لوگوں کو صور پھونکنے کے ذریعے اُٹھائے گا لیکن ایسا نہیں کہ بغیر صور کے لوگ اُٹھیں گے نہیں۔

سوال: اللہ تعالیٰ کی صفت ذاتی (سمع) سے کیا مراد ہے؟

جواب: سمع سے مراد یہ کہ اللہ ہر پست سے پست آواز کو سننے والا ہے مگر اسکا سننا کان کا محتاج نہیں نہ ہی کان پر منحصر ہے وہ ہر موجود کو سننے والا ہے۔

[إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ] (سورۃ الحج آیۃ 75)

سوال: اللہ تعالیٰ کی صفت ذاتی (بصر) سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ہر باریک سے باریک چیز جو خوردبین سے محسوس نہ کی جاسکے اسکو دیکھنے والا ہے مگر اسکا دیکھنا آنکھوں سے نہیں ہے کہ آنکھ جسم ہے اوور اللہ جسمیت سے منزّہ ہے۔ [إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ]

وضاحت:- اسکے سننے اور دیکھنے کی شان یہ ہے کہ وہ اندھیری رات میں سیاہ چیونٹی کو سیاہ پہاڑ پر چلتے ہوئے دیکھ بھی سکتا ہے اسکے چلنے کی آہٹ بھی سن سکتا ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کی صفت ذات (ارادۃ) سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد اللہ تعالیٰ "ارادۃ ومشیئت" کی صفت سے متصف ہے اسکے ارادے ومشیئت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا تمام چیزوں کو اپنے ارادے سے پیدا کرتا ہے اور ان میں تصرف فرماتا ہے ایسا نہیں کہ اس سے بے ارادہ افعال سرزد ہوں۔

وضاحت:- اللہ تعالیٰ کا ارادہ کرنا ممکنات کے بارے میں برابر ہے چاہے وجود میں لائے یا وجود میں نہ لائے۔

[إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ]

وأما الفعليلة:

سوال: صفات فعلیہ کی تعریف کریں نیز بتائیں کہ متن فقہ اکبر میں کتنی صفات فعلیہ ذکر کی گئی ہیں؟

جواب: صفات فعلیہ وہ ہیں جن کا ظہور مخلوق پر موقوف ہو۔

نیز متن فقہ اکبر میں 5 صفات فعلیہ ذکر کی گئی ہیں: (تخلیق، ترزیق، انشاء، ابداع، اصنع)

سوال: صفات فعلیہ کے بارے میں مذاہب بیان کریں نیز مختار مذہب بھی بیان کریں۔۔!

جواب: اس بارے میں تین مذاہب ہیں:

معتزلہ:- جن صفات میں نفی واثبات جاری ہوں وہ صفات فعلیہ ہیں۔

مثلاً: خلق لفلان ولداً یا لم یخلق لفلان

جن میں نفی جاری نہ ہو وہ صفات ذاتیہ ہیں (علم، قدرت)۔

اَشعریہ:۔ جس صفت کی نفی سے اُس صفت کی نقیض لازم آئے وہ ذاتیہ ہے۔

مثلاً: اگر تو حیات کی نفی کریگا تو موت لازم آئیگی۔

جس صفت کی نفی سے اُس صفت کی نقیض لازم نہ آئے وہ فعلیہ ہے۔

مثلاً: اگر تو اس بات کی نفی کرے کہ اللہ تعالیٰ زندہ نہیں کرتا تو یہ بات لازم نہیں آتی کہ وہ موت نہیں دیتا۔

ماتریدیہ:۔ جس صفت کی ضد سے اللہ تعالیٰ کو متصف کرنا جائز نہ ہو وہ ذاتیہ ہے۔ (یہی مذہب مختار ہے)

مثلاً: علم و قدرت کی ضد جہل و عجز ہے۔

جس صفت کی ضد سے اللہ تعالیٰ کو متصف کرنا جائز ہو وہ فعلیہ ہے۔

مثلاً: وہ رحمت فرماتا ہے تو غضب بھی فرماتا ہے صحت دیتا ہے تو بیماری میں بھی مبتلاء فرماتا ہے۔

اعتراض: معتزلہ کہتے ہیں ارادہ اور کلام ان صفات میں سے ہیں جن میں نفی و اثبات جاری ہوتا ہے لہذا یہ صفات فعلیہ ہیں۔

جواب: اشاعرہ اور ماتریدیہ نے جو صفات فعلیہ کی تعریف کی ہے اسکے مطابق اگر ان دونوں (ارادہ، کلام) کو صفات فعلیہ میں شمار کریں تو انکی ضد لازم آئیگی (خرس و سکوت) جو کہ اللہ کی شایانِ شان نہیں لہذا ثابت ہوا کہ ارادہ و کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ذاتیہ ہیں۔

"واللہ اعلم بالصواب"

اللہ تعالیٰ کی صفات کے ازلی ہونے کا بیان

سوال: اللہ تعالیٰ کی صفات ازلیہ کے بارے میں منفرد وضاحت کریں اور صفات ازلیہ کا حکم بھی تحریر کریں۔۔!

- جواب: علم اللہ تعالیٰ کی صفت ازلی ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے عالم ہے لاحق علم سے وہ بری ہے کیونکہ لاحق علم سے جہل سابق لازم آتا ہے اور یہ اللہ کی شایان شان نہیں اسکا علم کمی زیادتی کو قبول کرنے سے منزّہ ہے لیکن یوں نہیں کہا جاسکتا کہ جن موجودات کا اسے علم ہے وہ (معلوم موجودات) بھی ازلی ہیں بلکہ وہ معلوم موجودات حادث ہیں۔

- قدرت اللہ تعالیٰ کی صفت ازلیہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے قادر ہے مگر اسکے مقدورات حادث ہیں مثلاً:- اللہ تعالیٰ زمین و آسمان بنانے پر قادر تھا اور اس نے بنایا ایسا نہیں کہ وہ اِن کے بننے سے قبل قادر نہیں تھا بلکہ یہ چیزیں اپنے وجود میں آنے کے لیے اسکی قدرت کی محتاج تھی لہذا اللہ تعالیٰ کی صفتِ قدرت کا ازلی ہونا اور مقدورات کا حادث ہونا ثابت ہوا۔

- کلام اللہ تعالیٰ کہ صفت ازلی ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے کلام فرمانے والا ہے کلام دو طرح کا ہوتا ہے کلام نفسی و کلام لفظی جس کلام کو ہم اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کرے اسکی صفت ازلی بتا رہے ہیں وہ کلام نفسی ہے نہ لفظی۔

- تخلیق اللہ تعالیٰ کی صفت ازلی ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے خالق ہے مگر اسکی مخلوق حادث ہے اللہ تعالیٰ مخلوق کو بنانے سے پہلے بھی خالق تھا مخلوق اپنے معرض وجود میں آنے کے لیے اسکی تخلیق کی محتاج ہے وہ اگر کسی کو تخلیق دے تب بھی خالق کسی کو تخلیق نہ دے تب بھی خالق یہ بات اسکی ذات کے شایان شان نہیں کہ کسی کو تخلیق دے گا تو ہی خالق کہلائے گا۔

- فعل جسکی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو وہ اللہ کی صفت ازلی ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے فاعلِ حقیقی ہے اسکا فعل مخلوق نہیں مگر جو اسکے فعل سے فیض پا کر وجود میں آیا وہ مفعول ہے اور وہ حادث ہے مفعول کے مخلوق ہونے سے اللہ کا فعل مخلوق نہ ہو گا بلکہ امام اعظم رحمہ اللہ کے کلام میں یہ بھی شامل ہے کہ اگر اللہ کا فعل مخلوق مانیں تو خالق کا متعدد ہونا لازم آیگا جبکہ خالق ایک ہے اور وہ اللہ ہی ہے۔

حکم:- جو اللہ تعالیٰ کی کی صفات کے بارے میں یہ کہے کہ وہ مخلوق ہیں یا حادث ہیں یا اس عقیدے پر توقف کرے یا شک میں پڑے تو وہ کافر باللہ ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات ازلی ہیں ہمیشہ سے کیونکہ اللہ کی صفات کا تعلق اللہ کی ذات سے ہے جب اسکی ذات ہر لحاظ سے ازلہ ابدی قدیم ہے تو اسکی جملہ صفات بھی ازلہ ابدی قدیم ہے مخلوق و حادث نہیں۔

نوٹ:صفات الٰہی کو جو حادث یا مخلوق مانے وہ گمراہ بد دین ہے اور جو عالَم کو یا عالَم میں موجود کسی چیز کو قدیم مانے وہ کافر ہے۔

"واللہ اعلم بالصواب"

القول فی القرآن

سوال: قرآن کی تعریف نیز کلام نفسی و کلام لفظی میں کیا فرق ہے؟

جواب: قرآن وہ ہے جو مصاحف میں لکھا گیا ہے دلوں میں محفوظ کیا گیا ہے زبانوں پر پڑھا گیا ہے اور نبی کریم ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔

قرآن کا معنیٰ و مفہوم کلام نفسی کہلاتا ہے جو کہ قدیم ہے۔

قرآن کا تلفظ کرنا کلام لفظی کہلاتا ہے جو کہ حادث ہے۔

سوال: قرآن مجید کے مخلوق ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ہمارا اور معتزلہ کا نظریہ کیا ہے؟

جواب: معتزلہ قرآن مجید کو مخلوق و حادث مانتے ہیں۔

اہلسنت (ماتریدیہ) کا مذہب یہ ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اسکی صفت ہے اور صفت موصوف کے تابع ہوتی ہے لہذا اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات کی طرح کلام بھی ازلہ ابدی قدیم غیر مخلوق ہیں:

دلیل:- اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات کے اعتبار سے کامل مکمل و اکمل ہے اسکی ذات وصفات کسی بھی قسم کی خامی نقص سے ہمیشہ سے منزّہ ہے کوئی دور ایسا نہیں آیا کہ اسکی ذات میں کمی یا خامی تھی جو بعد میں پوری ہوئی ہو یا صفت جو نامکمل تھی بعد میں مکمل ہوئی ہو لہذا اُسکی جملہ صفات کی طرح اُسکا کلام بھی قدیم و غیر مخلوق ہے۔

سوال: جو قرآن ہم پڑھتے ہیں کیا وہ مخلوق ہے؟

جواب: ہم جب قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو یہ ہمارا عمل ہے چونکہ ہم مخلوق ہیں ہمارا یہ عمل حادث و مخلوق ہے نیز الفاظ کو تحریر کرنے کے لیے جو ہم نے حروف ایجاد کیے ہیں وہ بھی حادث و مخلوق ہیں جیسا کہ علماء کا قول ہے:

[المقروء قديم والقراءة حادثة]

اعتراض: اگر یہ کہا جائے کہ معنٰی کے قدیم ہونے کے لحاظ سے اللہ کا کلام حقیقی ہے اور نظمِ مؤلف (وہ حروف جو لکھے گئے ہیں) کے لحاظ سے مجازی ہے تب تو نظمِ مؤلف کی نفی کرنا درست ہو گا کہ یہ اللہ کا کلام نہیں جبکہ اجماع اسکے خیلاف پر ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ کا کلام اسم مشترک ہے کلام نفسی و کلام لفظی کے درمیان کلام نفسی قدیم ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفت ہے اور صفات باری تعالیٰ قدیم ہیں جو کہ ہم ذکر کر چکے جبکہ کلام لفظی حادث ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مخلوق ہے اللہ نے انہیں ایجاد کیا ہے نہ کہ کسی انسان نے یہی وجہ ہے کہ قرآن کلام لفظی کو بے وضوء چھونا جائز نہیں جبکہ انسانی کلام جیسے "سبع معلقات" کو بے وضوء چھو سکتے ہیں کیونکہ یہ انسانی کلام بصورت لفظی ہے۔

سوال: کیا کلام نفسی کو سنا جا سکتا ہے؟

جواب: اشاعرہ کے عند کلام نسفی کو سنا جا سکتا ہے خرق عادت کے طور پر۔
جبکہ ابو اسحاق اسفرائینی نے اور ابو منصور ماتریدی نے اسکا انکار کیا ہے کہ کلام نفسی کو نہیں سنا جا سکتا رہی بات کہ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو قرآن مجید میں آیا:

فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (۳۰) [القصص]

تو یہ کلام بلواسطہ تھا جو کہ آیت سے واضح ہے اور خرق عادت کے مطابق تھا اسی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ کہا گیا۔

سوال: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کوہ طور پر اللہ تعالیٰ کا کلام سنا کیا وہ بھی ازلی ہے؟

جواب: جی ہاں۔۔! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور اور وادی طویٰ میں جو اللہ جلّاوعلیٰ کا کلام سنا وہ ازلی کلام تھا جو ذات باری تعالیٰ کی طرح قدیم ہے اللہ تعالیٰ ازل سے متکلم ہے ایسا نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو متکلم ہوا اسطرح اللہ

تعالیٰ ازل سے خالق ہے ایسا نہیں کہ وہ کچھ تخلیق دیگا تو ہی خالق ہو گا ہاں اِن صفات کا وقوع و ظہور اس وقت ہوا جب اللہ عزوجل نے کلام فرمایا اور مخلوق کو پیدا کیا۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق کی صفات کی طرح ہیں؟

جواب: نہیں۔۔۔! اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات اسکی مخلوقات میں موجود صفات سے بلکل جدا، ممتاز، اور بلند و برتر ہیں۔

سوال: ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے علم کیا فرق ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا علم ہمارے علم کی طرح نہیں ہے ہمارا علم کسبی ہے کمی زیادتی کو قبول کرتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا علم وہبی بھی نہیں بلکہ ذاتی ہے جو ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہیگا یوں ہی ہم اشیاء کا علم اپنے فہم کی مقدار آلات کے ذریعے حاصل کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ اشیاء کی حقیقتوں کو کلّی و جزئی، ظاہر باطن طور پر جانتاہے اپنے علم ذاتی، صمدی، ازلی سے جانتاہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ ایک شئ ہے نیز کیا اسکی کوئی حد بھی ہے؟

جواب: جی ہاں۔۔! اللہ تعالیٰ کی ذات ایک شئ ہے یعنی وہ اپنی ذات وصفات کے ساتھ موجود ہے مگر اشیاء مخلوقہ کی ذات وصفات کی طرح نہیں جیساکہ پارہ ۲۵ سورۃ الشوریٰ آیت ۱۱ میں ارشاد ہوتا ہے [لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ]

"اُس جیسا کوئی نہیں" اللہ تعالیٰ بغیر جسم وجوہر وعرض کے موجود ہے کیونکہ جسم مرکب ومتحیز ہوتا ہے جو کہ حدوث کی علامت ہے، اور جوہر متحیز ہوتا ہے، اور عرض وہ ہے جو اپنے غیر کے ساتھ پایا جائے "لیکن اللہ عزوجل ان سب سے پاک ہے"۔ "واللہ اعلم بالصواب"

القول فی الصفات

سوال: آیات متشابہات میں کن کن صفات کا ذکر آیا ہے اور متن میں لفظ بلا کیف کی وضاحت کریں؟

جواب: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی درج ذیل صفات متشابہات کا ذکر آیا ہے

"ید" [يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ]

"وجہ" [كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ]

"نفس" [تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ]

لیکن ان سے حقیقی معنیٰ مراد نہیں ہیں کیوں کہ ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اگر انکو حقیقی معنیٰ پر محمول کریں گے تو جسمانیت کا وہم پیدا ہوگا اور اللہ تعالیٰ جسم و جسمانیت سے بَری ہے پاک ہے نیز بلا کیف سے بس اتنا سمجھ لیا جائے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کی کیفیت کا ہمیں ادراک نہیں ایسے ہی اِن صفاتِ متشابہات کی کیفیت کا ادراک نہیں اللہ تعالیٰ کی یہ صفات اسکے لیے بلا کیف ثابت ہیں۔

سوال: قرآن مجید میں لفظ "نفس" کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی اِس میں کیا تاویل کی جائیگی؟

جواب: لفظ "نفس" کو (النفس بالتحریک) سے ماخوذ مانیں تو اسکا معنیٰ ہوگا حرکت دل تب اِسکا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر کرنا جائز نہ ہوگا۔

اگر لفظ "نفس" (النفیس) سے ماخوذ مانیں تو اسکا معنیٰ ہوگا پاکی اب اِسکا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر جائز ہوگا کہ وہ تمام اشیاء میں سب سے زیادہ پاک و عزت والا ہے۔

سوال: ولایقال اَنَّ یَدَہٗ قدرتہ ونعمتہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس آیت میں امام اعظم رحمہ اللہ نے "ید اللہ" سے اللہ کی قدرت و نعمت کا معنیٰ لینے سے منع فرمایا ہے اور اسکو قدریہ و معتزلہ کا مذہب بتایا ہے جبکہ بعد کے علمائے اہلسنت نے "ید اللہ" سے قدرت و نعمت مراد لیتے ہیں تو غیر کی طرف سے بعد کے حنفی علماء پر اعتراض ہوتا ہے کہ تم نے امام اعظم کا مذہب چھوڑ کر قدریہ و معتزلہ کا عقیدہ اختیار کر لیا۔۔؟

جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اہلسنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جن نصوص کے ظاہر الفاظ کسی ایسے معنیٰ پر دلالت کر رہے ہوں جو خلافِ عقل ہو تو اُن نصوص کے ظاہری معنیٰ مراد نہ ہوں گے۔

اس بارے میں دو طریقے ہیں:-

پہلا طریقہ: سلف وصالحین وتابعین یعنی متقدمین کا طریقہ یہ ہے کہ اِن نصوص کے علم کو سپرد الیٰ اللہ کر دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں جو بھی مراد ہو گی اس پر ہمارا ایمان ہے۔

دوسرا طریقہ: خلف علماء یعنی متاخرین چونکہ ان کے دور میں فتنے اُٹھے اور فرقہ مجسمہ ومشبہ نے لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کیا اور آیت کے ظاہری معنیٰ مراد لے کر کمزور مسلمانوں کے مابین پھیلانا شروع کیے تو اُس وقت علماء متاخرین نے اس اُن آیتوں کی صحیح تأویل کو ضروری سمجھا تاکہ جاہل لوگوں کی تردید ہو سکے اور کم علم والوں کو سیدھے راستے پر لایا جا سکے۔

ید کا معنیٰ قدرت لینا جائز ہے اس پر شاطبی شاعر کا شعر دلیل ہے:

(الیک یدی منک الایادی تمدھا) : تیری ہی بارگاہ میں میرا ہاتھ دراز ہوتا ہے تیری ہی بارگاہ سے نعمتوں کا فیضان ہے:

یہاں پر پہلے ید سے مراد ہاتھ ہے لیکن جب لفظ ایادی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی تو معنیٰ کیا نعمت تو ثابت ہوا کہ ید سے نعمت وقدرت مراد لے سکتے ہیں۔

سوال: اللہ تعالیٰ کی صفت غضب اور رضاء سے کیا مراد ہے بیان کریں؟

جواب: جمہور سلف اور انکی پیروی کرنے والے خلف علماء اس بات کی طرف گئے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ دونوں بلا کیف صفت متشابہات ہیں اور مزید فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے غضب کی تأویل انتقام سے کرنا اور اسکی رضا کی تأویل انعام سے کرنا جائز نہیں بلکہ یہ کہا جائے اگر وہ سزاء دے تو اسکا عدل جزاء دے تو اسکا فضل۔

"واللہ اعلم بالصواب"

القول فی القدر

سوال: خلق اللہ الاشیاء لا من شئ" اس عبارت سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس عبارت سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو پیدا فرمایا چاہے وہ ذوات ہوں یا حالات ہوں جیسے: حرکات ،سکنات،انواع،ظلمات، خیر ،شر وغیرہ اوور یہ پیدا کرنا مادہ سابقہ کے بغیر ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ اشیاء کو انکی پیدائش سے قبل جانتا تھا؟

جواب: جی ہاں۔۔! اللہ تعالیٰ ان اشیاء کو انکی پیدائش سے قبل جاننے والا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

وکان اللہ کل شئ علیما

سوال: کیا لوح محفوظ میں ہر چیز لکھی ہوئی ہے؟

جواب: جی ہاں۔۔! دنیاں و آخرت میں جو چیزیں تھی یا ہیں یا ہونگی اللہ عزوجل نے ان میں سے ہر ایک کو لوحِ محفوظ میں لکھ دیا ہے لہذا جو کچھ بھی ہوگا وہ اللہ عزوجل کے علم و مشیئت و قدرت سے ہوگا جو نہ مانے وہ کافر۔

سوال: قضاء،قدرت،مشیئت" کا کیا معنٰی ہے؟

جواب: (قضاء کا معنٰی ہے فیصلہ کرنا قدرت کا معنٰی ہے اندازہ لگانا مشیئت کا معنٰی ہے ارادہ کرنا) یہ تینوں صفات اللہ تعالیٰ کی ازلی ہیں اور قدیم ہیں لیکن ہمیں انکی کیفیت کا علم نہیں۔

سوال: "والقضاء والقدر والمشیئتہ صفاتہ فی الازل بلا کیف "اس عبارت سے کس فرقے کا رد کرنا مقصد ہے؟

جواب: اس عبارت سے فرقہ باطلہ معتزلہ کا رد کرنا مقصد ہے وہ کہتے ہیں کہ ہر چیز اللہ کے فیصلے سے نہیں ہوتی ورنہ تو بندہ کا فر بھی اللہ کے فیصلے سے ہوگا اور اللہ اپنے فیصلے سے راضی ہوتا ہے تب تو اسکا کفر سے راضی ہونا معلوم ہوگا جبکہ ایسا نہیں معتزلہ کا یہ قول باطل ہے کسی چیز کا اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے ہونا اور ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضاء سے ہونا اور ہے مثلاً:-ایمان وکفر اللہ تعالیٰ کی مشیئت سے تو ہیں مگر اسکی رضاء ایمان میں ہے اسطرح خیر و شر اسکی مشیئت سے ہیں مگر رضاء خیر میں ہے نہ کہ شر میں۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ معدوم شئ کو بحالتِ معدوم جانتا ہے؟

جواب: جی ہاں۔۔! اللہ تعالیٰ معدوم شئ کو بحالتِ معدوم جاننے والا ہے اور جب وہ شئ وجود میں آئیگی وہ بھی جاننے والا ہے حتی کہ وہ کب فناء ہوگی وہ بھی جانتا ہے الغرض اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے۔

"واللہ اعلم بالصواب"

ما فطر اللہ علیہ الناس

سوال: دنیاں میں آکر جو شخص کفر کرتا ہے وہ کس وجہ سے کرتا ہے؟

جواب: جس نے دنیاں میں آکر کفر کیا اپنی جہالت واختیار واسرار کے سبب کفر کیا عناد و تکبر کے سبب حق کو جھٹلایا اور یہ ساری چیزیں اللہ تعالی کے توفیق کو چھیننے کی وجہ سے ہیں ورنہ اس بندے کی کیا مجال کہ وہ اللہ تعالی کو جھٹلائے صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنی توجی پھیر لی اور یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے نہ کہ ظلم۔

سوال: اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو کن چیزوں کا حکم فرمایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو ایمان واحسان کا حکم فرمایا اور کفر وشرک سے منع فرمایا لہذا ان سب نے عالَم اَرواح میں اپنے ربّ کی ربوبیّت کا اقرار کیا پس اب جو بھی انسان اس دنیاں میں پیدا ہوتا ہے وہ اسی فطرت پہ پیدا ہے۔

[فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا] اس آیت کے تحت مفتی سیّد نعیم الدین مرادبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں فطرت سے مراد دین اسلام ہے جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث ہے [کل مولود یولد علی الفطرۃ الاسلام۔۔الخ]

اس عہد پر جو (الست بربکم) فرما کر لیا گیا بعد میں دنیاں میں آنے کے بعد اسکے ماں باپ نے اسکو یہودی نصرانی مجوسی بنادیا اس آیت میں دین الٰہی پر قائم رہنے کا حکم دیا گیا جس پر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا۔

سوال: "ومن كفر بعد ذلك فقد بدّل وغيّره، ومن آمن وصدق فقد ثبت عليه ودام" اس عبارت کی وضاحت فرمائیں۔۔!

جواب: اس عبارت کی وضاحت یہ ہے کہ انسان اس دنیامیں آکر اس عہد وایمان کے بعد کفر کرتا ہے تو وہ اپنے ایمانِ فطری وہبی کو کفرِ طاری کسبی سے بدل دیتا ہے اور کفر کی تاریکیوں میں جاپڑتا ہے اور جو اس دنیا میں آکر اپنے ایمان کو ظاہر کرتا ہے اور اقرارِ لسانی و تصدیقِ قلبی سے تصدیق کرتا ہے تو وہ اپنے اسی ایمانِ فطری وہبی پر ثابت قدم رہا اور اسلام پر قائم وبر قرار رہا۔

سوال: کیااللہ تعالیٰ نے انسان کو کفر وایمان کے وصف کے ساتھ پیدا فرمایا ہے؟

جواب: نہیں۔۔! اللہ تعالیٰ نے انسان کو کفر وایمان کے آثار سے خالی پیدا فرمایا ہے، ہاں! اتنی بات ضرور ہے کہ ان میں دونوں چیزوں کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھی اسی الیے انسان سے احسان وعصیان دونوں واقع ہوتے ہیں اور بعض انسان ایمان والے ہیں بعض کافر ہیں۔

سوال: "ثم خاطبھم وامرھم ونھاھم" اس عبارت سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ انسان کو کفر وایمان سے عاری پیدا کیا ہے بندون کو مکلّف بنانے کے وقت اربابِ رسالت اصحاب سعادت (انبیاء ورُسل) کی زبان سے ایمان وطاعت کا حکم ارشاد فرمایا اور کفر ومعصیت سے منع فرمایا۔

سوال: دنیا میں آکر جو ایمان لاتا ہے وہ کس وجہ سے ایمان لاتا ہے؟

جواب: جو شخص دنیا میں ایمان کو اختیار کرتا ہے وہ فرمانبر داری کرتے ہوئے اپنے دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرکے اللہ تعالیٰ کی مدد و توفیق سے ایمان لاتا ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ایمان و کفر اختیار کرنے پر مجبور کیا ہے؟

جواب: ہر گز نہیں۔۔! اللہ تعالیٰ نے اپنی انسانوں میں سے نہ تو کسی کو کفر پہ مجبور کیا نہ ہی ایمان لانے پر مجبور کیا یعنی اللہ تعالیٰ نے طاعت ومعاصیت کو بطریق جبر وغلبہ بندے کے دل میں پیدا نہ کیا بلکہ بندے کے اختیار وکسب کو ملا کر پیدا فرمایا چاہے تو ایمان لائے یا کفر کرے اپنی بدبختی کے سبب۔

سوال: بندے کے افعال کا خالق و کاسب کون ہے؟

جواب: بندے کے تمام افعال چاہے وہ ایمان و کفر ہوں یا طاعت و عصیان ہوں یا عادی افعال ہو (چلنا، پھرنا، کھانا، پینا) وغیرہ پس ان افعال کی نسبت اگر خود انکے کرنے والوں کی طرف کی جائے تو ان افعال کے کاسب وہ خود ہونگے کیوں کہ یہ افعال انہوں نے اپنے ارادے و اختیار سے کیے لیکن جب ان افعال و اعمال کی نسبت کو اللہ تعالیٰ کی قدرت و ارادے کے حوالے سے دیکھا جائے تو ان افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے کیوں کہ یہ تمام افعال اللہ تعالیٰ کے ارادے مشیئت و قضاء سے ہیں کہ بے اسکے چاہے پتہ بھی نہیں حرکت کر سکتا:

امام اعظم رحمہ اللہ نے اس عبارت (جمیع افعال العباد من الحرکۃ والسکون کسبھم علی الحقیقۃ) سے معتزلہ کا رد کیا کہ وہ بندوں ہی کو افعال و اعمال کا خالق مانتے ہیں جو کہ باطل محض نظریہ ہے۔

سوال: کسب و خلق میں کیا فرق ہے

جواب: کسب وہ معاملہ ہے جو "کاسب" کے ساتھ مستقل نہیں رہتا اور کسب کسی آلہ سے واقع ہوتا ہے جبکہ خلق وہ معاملہ ہے جو "خالق" کے ساتھ مستقل ہوتا ہے اور بغیر آلہ کے واقع ہوتا ہے۔

"واللہ اعلم بالصواب"

الطاعات محبوبۃ للہ۔۔۔الخ

سوال: کیا تمام طاعت اللہ تعالیٰ کے حکم و رضاء سے ہوتی ہیں؟

جواب: اطاعت اپنی تمام اجناس کے ساتھ واجبات ہوں یا مستحبات قلیل ہوں یا کثیر جو بھی ثابت ہیں منقول ہیں مفروض ہیں سب بحکم اللہ تعالیٰ ہیں۔

سوال: کیا گناہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم اور رضاء سے ہے؟

جواب: نہیں۔۔! بلکہ گناہ اپنی تمام اجناس کے ساتھ حرام ہوں یا مکروہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ جو بھی ہیں اللہ تعالیٰ کے ارادے مشیئت سے تو ہیں مگر ان میں نہ اللہ کی پسند ہے نہ رضاء ہے اور نہ ہی حکم۔

سوال: "وقضائہ وتقدیرہ" اس عبارت کا اس کیا مطلب ہے؟

جواب: اولاً اللہ تعالیٰ شئ کو پیدا کرتا ہے۔

ثانیاً اسکو لوح محفوظ میں اللہ تعالیٰ کت حم سے لکھا جاتا ہے۔

ثالثاً اسکو عالم جون ے عنی دنیا میں پیدا فرماتا ہے۔

رابعاً اسکو محشر میں بدلہ عطا کرے گا اسکے کیے کا۔

"واللہ اعلم بالصواب"

القول فی عصمۃ الانبیاء

سوال: نبی کسے کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت ورہنمائی کے لیے جن پاک بندوں کو اپنے احکام پہنچانے کے لیے بھیجا انکو نبی کہتے ہیں اور انبیاء کرام ہی وہ بشر (انسان) ہیں جن کے پاس وحی آتی ہے۔

سوال: کیا جن اور فرشتوں میں بھی نبی ہوتے ہیں؟

جواب: نہیں۔۔!نبی صرف انسانوں میں ہوتے ہیں اور انسانوں میں بھی صرف مرد کوئی عورت نبی نہیں ہوتی جبکہ رسول صرف انسانوں کے ساتھ خاص نہیں فرشتوں میں بھی رسول ہوتے ہیں۔

سوال: کیا انبیاء معصوم ہوتے ہیں؟

جواب: جی ہاں۔۔!اِسی حکم میں رُسل بھی داخل ہیں۔

سوال: معصوم کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو اللہ تعالی کی حفاظت میں ہو اور اسکا گناہ کرنا ناممکن ہو۔

سوال: کیا بعض انبیاء کرام سے لغزشیں بتقاضہ حکمت واقع ہوئیں؟

جواب: جی ہاں۔۔!بتقاضہ حکمت بعض انبیاء کرام سے لغزشیں واقع ہوئیں مگر ان کا تذکرہ کرنا سوائے تلاوتِ قرآن وروایتِ حدیث حرام ہے اور سخت حرام ہے اوروں کو ان سرکاروں کی شان میں لب کشائی کی کیا مجال اللہ عزوجل انکا مالک ہے جس محل پر جس طرح چاہے تعبیر فرمائے وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے ہیں اپنے رب کے لیے جس قدر چاہیں تواضع فرمائیں۔

دوسری بات یہ کہ ان کے کلمات کو سند نہیں بناسکتے پھر انکے لیے وہ افعال جن کو زلّت لغزش سے تعبیر کیا ان میں ہزارہا حکمت ومصالح ہیں، ہزارہا فوائد وبرکتوں کا ثمرہ ہے مثلاً: آدم علیہ السلام اگر درخت سے نہ کھاتے تو جنت سے دنیاں میں تشریف نہ لاتے، نہ دنیاں آباد ہوتی، نہ رسول آتے، نہ کتابیں نازل کی جاتیں، نہ جہاد ہوتا الغرض نوعِ انسانی ہی وجود میں نہ آتی۔ [حسنات الابرار سیّاٰت المقربین] "نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کی خطاؤں کا درجہ رکھتی ہیں"۔

أسئلة الحاشية

سوال: انبیاء کرام کی تعداد میں کیا نظریہ ہونا چاہیے؟

جواب: ویسے تو انبیاء کرام کی تعداد کی متعلق دو روایتیں ہیں ایک میں تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار جبکہ دوسری روایت میں دو لاکھ چوبیس ہزار آئی ہے مگر بہتر یہی ہے کہ کسی تعداد پر اکتفاء نہ کیا جائے بلکہ اس علم کو جناب باری تعالی کے سپرد کیا جائے۔

سوال: فحاشی اور گناہ میں کیا فرق ہے؟

جواب: گناہ وہ ہے جو چھپ کر کیا گیا ہو فحاشی وہ جو سرِ عام کی جائے چند چیزیں فحاشی میں شمار کی جاتی ہیں وہ یہ ہیں:

قتل، زنا، لواطت، چوری، جادو، تہمت، جنگ سے فرار ہونا، چغلی، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، بندوں پر ظلم کرنا، شہر میں فساد پھیلانا۔

سوال: کبیرہ گناہ کے بارے میں اقوال تحریر کریں؟

- جواب: سعید بن جبیر فرماتے ہیں ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کبیرہ گناہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا سات سو یا اس سے کچھ زائد مزید فرماتے ہیں استغفار کرنے سے کبیرہ گناہ کبیرہ نہیں رہتا اور اصرار کرنے سے صغیرہ صگیرہ نہیں رہتا۔
- ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر وہ چیز جس کو کرنے سے اللہ تعالیٰ نہ منع کیا وہ کبیرہ ہے۔
- حسن بصری سعید بن جبیر اور امام ضحاک فرماتے ہیں جو گناہ قرآن میں وعید کے ساتھ آئیں ہیں وہ کبیرہ ہیں۔
- فرائض وواجبات کو ترک کرنا بغیر عذر کے اگرچہ ایک ہی بار ہو گناہ کبیرہ ہے۔
- سنت کے ترک پر اصرار کرنا اور مکروہ کے ارتکاب پر اصرار کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

نوٹ: سنتیں ایک بار ترک کرنا سستی کی بناء پر یا مکروہ کا رتکاب کرنا ایک بار سستی کی بناء پر صغیرہ گناہ ہے۔

القول فی الرسول ﷺ

سوال: اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی محمد ﷺ کے متعلق کیسا عقیدہ ہونا چاہیے؟

جواب: محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، بندے ہیں، رسول ہیں، چنے ہوئے ہیں، اور خاتم النبیّن ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے سلسلہ نبوت جنابِ مصطفیٰ ﷺ پر ختم فرمادیا کہ حضور ﷺ کے زمانے میں یا بعدِ زمانہ کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا جو حضور ﷺ کے زمانہ یا بعدِ زمانہ کسی کو نبوت ملنا مانے یا جائز جانے وہ کافر ہے۔

سوال: [ولم یعبد الصنم ولم یشرك بالله طرفة عین قط] اس عبارت سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس عبارت سے مراد یہ کہ محمد ﷺ نے نہ کبھی کسی بت کی پوجا کی اور نہ ہی پلک جھپکنے کے برابر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کیا انبیاء اوورُسل ان تمام باتوں سے محفوظ ہوتے ہیں اور نہ صغیرہ وکبیرہ گناہ کے مرتکب ہوئے کہ ان سے بھی تمام انبیاء قبلِ اعلان نبوت وبعد بالاجماع معصوم ہوتے ہیں بلکہ ہمارے آقا محمد ﷺ کی تو شان یہ ہے کہ آپکے طفیل اللہ جلّا واعلیٰ نے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بخش دیے ہیں جیسا کہ کلام باری تعالیٰ میں ارشاد ہوتا ہے۔

[لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ يُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ يَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا]

أسئلة الحاشية

سوال: نبی پاک ﷺ نے اپنا نصب مبارک کہاںتک بیان فرمایا ہے مع اسماء اجداد تحریر کریں؟

جواب: خبر واحد سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ نبی پاک ﷺ نے اپنا نصب مبارک "نزار بن معد بن عدنان" تک بیان فرمایا سرکار ﷺ کے اجداد کے اسماء درج ذیل ہیں:

1: محمد 2: عبد اللہ 3: عبد المطلب 4: ہاشم 5: عبد مناف 6: قصیٰ 7: کلاب 8: مرّہ 9: کعب 10: لوی 11: غالب 12: فہر 13: مالک 14: نضر 15: کنانہ 16: خزیمہ 17: مدرک 18: الیاس 19: مضر 20: نزار 21: معد 22: عدنان۔

سوال: نبی پاک ﷺ کو عبدہ کے ساتھ خاص کیا اسکی کیا وجہ ہے بیان فرمائیں؟

جواب: جان لیجئے کہ "عبدہ" جب بھی مطلق بولا جائے تو اس سے فردِ کامل کی طرف اشارہ ہوتا ہے خود سرکار علیہ السلام نے آپنے آپ کو "لفظِ عبدہ" کے ساتھ خاص کیا سرکار علیہ السلام نے فرمایا: [لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسی وقولوا عبدہ و

رسولہ] "تم مجھے نہ بڑھاؤ جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بڑھایا تم کہو حضور علیہ السلام اللہ کے خاص بندے اور رسول ہیں" اس سے ثابت ہوا کہ نبی پاک ﷺ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے میں عار محسوس نہیں کرتے تھے۔

سوال: نبی اور رسول میں کیا فرق ہے وضاحت مطلوب ہے؟

جواب: نبی رسول سے عام ہے اِن میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے یعنی رسول وہ ہے جسکو منجانب اللہ تبلیغ پر مأمور کیا گیا ہو اور نبی وہ ہے جسکی طرف وحی کی گئی ہو چاہے وہ تبلیغ پر مأمور ہو یا نہ ہو ہمارے آقا محمد ﷺ نبی بھی ہیں رسول بھی تخلیق میں اوّل ہیں اور مبعوثیت میں آخر جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشاد ہوتا ہے: [جعلتك أول النبيّن خلقاً و آخرهم بعثاً]۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں حق یہ ہے کہ محمد ﷺ کسی بھی نبی کی شریعت پر نہیں تھے اپنی رسالت سے پہلے۔۔! یہی جمہور احناف کا نظریہ ہے۔

"واللہ اعلم بالصواب"

المفاضلة بين الصحابة

سوال: صحابی کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس نے ایمان کی حالت میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہو اور ایمان ہی کہ حالت میں اس کا وصال ہوا ہو وہ صحابی کہلاتا ہے۔

سوال: کیا کوئی مسلمان عبادت وریاضت کر کے کسی صحابی کے مرتبے کو پہنچ سکتا ہے؟

جواب: کوئی ولی، کوئی غوث، کوئی قطب کتنی ہی عبادت کرلے کسی صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔

سوال: امامت کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: امامت کی دو قسمیں ہیں:-

- امامت صغریٰ: اس سے مراد امامتِ نماز ہے۔
- امامت کبریٰ: اس سے مراد حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نیابتِ مطلقہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام دینی و دنیاوی امور میں شریعت کے مطابق تصرّف کا اختیار رکھنا جیسے خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی امامت۔

سوال: ایک امام میں کن کن شرائط کا پایا جان ضروری ہے؟

جواب: امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ ظاہر، قریشی، مسلمان، مرد، آزاد، عاقل، بالغ ہو، اور اپنی رائے و تدبیر سے مسلمانوں کے معاملات میں تصرّف کر سکتا ہو یعنی صاحبِ سیاست ہو اپنے علم و عدل، شجاعت و بہادری سے احکام نافذ کرے، اور اسلام کی سرحدوں کی حفاظت، ظالم و مظلوم کے انصاف پر قادر ہو۔

سوال: خلفائے راشدین سے کیا مراد ہے؟

جواب: حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد خلیفہ بر حقّ پہلے ابو بکر صدّیق، دوسرے عمر فاروق، تیسرے عثمان غنی، چوتھے علی المرتضیٰ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین ہیں پھر چھ ماہ کے لیے حضرت امام حسن رضی عنہ خلیفہ ہوئے انہی حضرات کو خلفائے راشدین کہتے ہیں اور انہی کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کہتے ہیں۔

سوال: ان خلفائے راشدین میں سب سے افضل کون ہے؟

جواب: انبیاء اور رسل کے بعد مخلوق میں سب سے افضل جنابِ صدّیق اکبر ہیں، پھر فاروق اعظم ہیں، پھر عثمان ذوالنورین، پھر علی المرتضیٰ شیر خدا رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین ہیں ان حضرات کے فضائل کتبِ احادیث میں مسطور ہیں اور ان کے شمائل علماء کے زبانوں پر مشہور ہیں نیز یہ ترتیب شیعوں کے عقائد کا ردّ کرتی ہے کیوں کہ وہ حضرت علی رضہ اللہ عنہ کو شیخین پر افضل مانتے ہیں۔

أسئلة الحاشية

سوال: کچھ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں۔۔!

جواب: آپکا نام زمانے جاہلیت میں عبد الکعبۃ تھا لیکن مشرف با اسلام ہونے کے بعد پیارے آقا ﷺ نے آپکا نام عبد اللہ رکھا آپکے والد کا نام ابو قحافہ ہے کثرت صدق کی وجہ سے آپ صدّیق کہلائے گئے بلاِ جماع آپ ہی مسلمانوں کے پہلے خلیفہ ہیں شیعوں کی مخالفت کا اعتبار کیے بغیر۔۔!

صحیحین اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ایک حدیث ہے فرماتی ہیں کہ سرکار ﷺ نت مجھ سے فرمایا کہ اپنے والد و بھائی کو بلا کر لاؤ تا کہ میں ابو بکر کے لیے کچھ لکھ دوں پھر نبی پاک ﷺ نے فرمایا [یأبی اللہ والمسلمون الاّ ابا بکر]۔

سوال: کچھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں۔۔!

جواب: حضرت صدّیق اکبر کے بعد دوسرے خلیفہ جنابِ عمر ہی ہیں آپکے والد کا نام خطّاب ہے مشرف با اسلام ہونے کے بعد آپکو فاروق کہا گیا یعنی حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والا آپ نے ہی شوریٰ کو بنایا جس نے آپ کے بعد عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔۔! آپکی حقانیت کے بارے میں رسول ﷺ نے فرمایا [اِن الحق یجری علی لسان عمر]۔

سوال: کچھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں۔۔!

جواب: شیخین کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ ہیں آپکے والد کا نام عفّان ہے نبی پاک ﷺ کی دو شیزادیاں آپکے نکاح میں یک بعد یک تشریف لائیں اور یہ شرف آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کسی کو نہ ملیگا کہ جس کے نکاح میں نبی کی دو شہزادیاں آئیں ہوں۔۔! حتّٰی کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا [لو کانت لی أخری لزوجتها اياه]۔

سوال: کچھ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں۔۔!

جواب: آپ مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ ہیں آپکے والد کا نام ابو طالب ہے آپکو نبی کریم ﷺ سے قرابت کا یہ شرف ملا کہ آپ نبی پاک ﷺ کے چچا کے بیٹے ہیں نبی کریم ﷺ کی سب سے چہیتی شہزادی امّ المؤمنین فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خاوند ہیں بڑے بڑے صحابہ کرام آپ کے علم سے فائدہ اُٹھاتے تھے اور کیوں نہ اُٹھائیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا [أنا مدينة العلم وعلی بابها]۔

سوال: افضلیت سے کیا مراد ہے؟

جواب: افضلیت سے مراد یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے عند زیادہ عزت والا ہوتا ہے اسکو کثرتِ ثواب سے تعبیر کرتے ہیں اِن حضرات کی خلافت باترتیبِ افضلیت ہے جو اللہ تعالیٰ کے عند زیادہ افضل و اعلیٰ تھا وہی پہلا بنایا گیا۔۔نہ کہ افضلیت باترتیبِ خلافت ہے۔

سوال: [غابرین علی الحق کما کانوا] اس عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ عبارت رافضیوں کا ردّ ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرات ابو بکر اور عمر اور عثمان رسول اللہ ﷺ کے دنیاں سے جانے کے بعد گمراہ ہوگئے تھے اور انھوں نے خیانتیں شروع کر دی تھی خلافت کے حقدار حضرت علی تھے لہذا امام اعظم رحمہ اللہ نے اِن رافضیوں کے ردّ میں فرمایا کہ تمام صحابی اہل خیر و صلح ہیں عادل ہیں جسطرح رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھے ویسے ہی بعد وفاتِ ظاہری قائم و دائم رہے

اسطرح یہ عبارت جوارج کا بھی ردّ کرتی ہے یہ خوارج مولیٰ علی و امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی معاذ اللہ تکفیر کرتے ہیں کیوں کہ خوارج کے نزدیک کبیرہ گناہ سے انسان ایمان کی حدّ سے نکل جاتا ہے اور ان دونوں حضرات اور انکے متبعین نے مسلمانوں کو قتل کیا مسلمان کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے اِسی وجہ سے خوارج اپنے باطل عقیدے میں معاذ اللہ مولیٰ علی و امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مسلمان نہیں مانتے۔

سوال: متن میں الناس کو مقید کیوں کیا نیز یہ بتائیں کہ کتنے انبیاء زندہ ہیں؟

جواب: کیوں کہ خاص ملائکہ یعنی جبرئیل، مکائیل، اسرافیل، عزرائیل اور حامل العرش ملائکہ علیہم السلام عام مؤمنین سے افضل ہیں نیز "شرح المقاصد" میں ہے کہ چار انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں دو عرش پر ہیں خضر اور الیاس علیہما السلام اور دو زمین پر عیسیٰ اور ادریس علیہما السلام۔

سوال: امام اعظم رحمہ اللہ نے [افضل الناس بعد رسول اللہ ﷺ ابوبکر] فرمایا جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل ہیں جبکہ ایسا نہیں انکی افضلیت انبیاء و رُسل کے بعد ہے اس وہم کو کس طرح دور کیا جائے۔۔؟

جواب: امام اعظم نے رحمہ اللہ نے [افضل الناس بعد رسول اللہ ﷺ ابوبکر] فرمایا اس سے مراد [بعد وجود رسولاللہ ﷺ] ہے اور رہے عیسیٰ علیہ السلام تو انکا وجود حضور ﷺ سے قبل ہے اگرچہ انکا نزول قرب قیامت ہوگا

دوسرا جواب یہ کہ امام اعظم رحمہ اللہ کی مراد بعد والا زمانہ ہے لہذا اس عبارت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا ہاں۔۔افضل الناس بعد الانبیاء کہنا بہتر تھا تاکہ وہم کی تردید ہو جاتی۔

سوال: خلفائے ثلاثہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر افضلیت کے بارے میں اہلسنت وجماعت کا زاویہ نظر بیان کریں؟

جواب: جناب ابو بکر صدیق اور جناب عمر رضی اللہ عنہما کی مولیٰ علی پر افضلیت اجماعی ہے جبکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی افضلیت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ پر جمہوری ہے اسی پر اکثر اہلسنت ہیں۔

جبکہ اکثر معتزلہ اور تمام روافض کا یہ عقیدہ ہے کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ جناب صدیق، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم سب سے افضل ہیں۔

شرح عقائد نسفیہ میں امام تفتازانی فرماتے ہیں اَسلاف نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مولیٰ علی رضی اللہ عنہ پر افضلیت دینے کے بارے میں توقف اختیار کیا ہے بلکہ انہوں نے افضلیتِ شیخین اور محبتِ ختنین کو اہلسنت وجماعت کی نشانی بنایا۔

انصاف کی بات یہ ہے کہ اگر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر افضلیت دی جائے تو یہ دو وجہ سے ہو گی یا تو کثرتِ ثواب کی وجہ سے جو کہ ہمیں معلوم نہیں کہ کون کثرتِ ثواب میں دوسرے پر برتر ہے تو اس صورت میں ہم توقف کا حکم دیں گے اور دوسری صورت یہ کہ اگر کثرتِ فضائل کا اعتبار کیا جائے تو مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فضائل زیادہ ہیں تو اَب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل ہونگے۔

لیکن صحیح بات وہی ہے جس پر جمہور ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر افضلیت کے حامل ہیں۔

"واللہ اعلم بالصواب"

سوال: [ولانکفر مسلما بذنب من الذنوب] اس عبارت کے تحت اہلسنت کا گناہ کبیرہ کے بارے میں مؤقف واضح کریں نیز یہ بھی بتائیں کہ معتزلہ اور خوارج گناہ کبیرہ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟

جواب: امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں ہوتا جب تک وہ اس گناہ کو حلال نہ جانے کیوں کہ انکی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہے اور دلیل قطعی کا منکر کافر ہوتا ہے مرتکبِ کبیر کو ہم حقیقی مسلمان مانتے ہیں اور یہ بات جائز ہے کہ مؤمن فاسق تو ہو نہ کہ کافر یہی مؤقف اہلسنت وجماعت کا ہے۔

معتزلہ: ان کا یہ عقیدہ ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ایمان سے نکل جاتا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا یعنی یہ ایمان اور کفر کے درمیان کوئی تیسری راہ بناتے ہیں پھر بھی یہ کہتے ہیں کہ صاحبِ مرتکب کبیرہ ہمیشہ جہنم میں رہیگا۔

خوارج: انکا یہ عقیدہ ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے۔

أسئلة الحاشية

سوال: کیا صحابہ کرام کی مبارک ذوات پر سبّ شتم کرنے والا کافر ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ کرام یوں تو لائق احترام ہیں ان میں سے کسی ایک پر بھی سبّ وشتم کرنے والا اہلسنت سے خارج ہے مگر جن صحابہ کرام کے بارے میں دلائل قطعی طور پر وارد ہوئے ان پر طعن کرنا کفر ہے جیسے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں قرآن مجید کی نازل شدہ آیات۔

سوال: یزید کے بارے میں آئمہ دین کا مؤقف واضح کریں۔

جواب: اسکے بارے میں تین مؤقف درج ذیل ہیں:

حجۃ الاسلام امام غزالی: چوں کہ آپ شافعی مذہب سے ہیں تو

آپ کے نزدیک یزید کافر نہیں کیوں کہ اسکا امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کروانا یا شہید کرنے کا حکم دینا اصلاً ثابت نہیں ہے جیسا کہ ابن ملجم کا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنا تواتر سے ثابت ہے قتل کرنا یا کروانا ایک فسق ہے اور فسق کی نسبت کسی مسلمان کی طرف کرنا بغیر تحقیق کے یہ جائز نہیں۔

امام احمد بن حنبل: آپ کے نزدیک یزید کافر ہے اور آپ اسے کافر ایسے ہی نہیں کہتے بلکہ اس پر بطور نص قرآن مجید کی آیت کو دلیل بناتے ہیں [فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ (٢٢) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ]۔

امام اعظم رحمہ اللہ: آپ کے یزید کے بارے میں سکوت کا حکم فرماتے ہیں نہ مسلمان کہیں نہ کافر کہیں اعلٰحضرت شاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ یزید پلید قطعاً یقیناً باجماع اہلسنت فاسق وفاجر جری علی الکبائر تھا اسکے فسق فجور میں آئمہ کا اختلاف نہیں بلکہ اختلاف اسکے کافر ہونے میں یا اس پر لعن کرنے میں ہے۔

بر سبیل اقرار: اگر ہم مان بھی لیں کہ یزید پلید نے امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دیا تو فقط حکم دینے سے اسکی تکفیر حاشا ثابت نہ ہو گی بلکہ ہم اہلسنت کے نزدیک جو یزید کو اچھا کہے اور معاذ اللہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی کہے وہ اہلسنت میں سے نہیں۔

سوال: معتزلہ کا فرقہ کس طرح وجود میں آیا نیز اس فرقہ کا بانی کون تھا؟

جواب: معتزلہ فرقہ کا بانی "واصل بن عطاء" تھا یہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی مجلس سے الگ ہو گیا اور اس نے باطل عقائد کو ایجاد کیا مثلاً: مرتکب کبیرہ نہ مؤمن ہے نہ کافر ہے، اللہ تعالیٰ پر نیکی کے بدلے ثواب دینا اور گناہ کے بدلے سزا دینا لازم ہے، اللہ تعالیٰ کی صفات قدیمہ کا انکار کیا تو حضرت حسن بصری رحمہا اللہ نے فرمایا [قد اعتزل عنّا] اسی بناء پر انکا نام معتزلہ ہو گیا جبکہ وہ خود کو "اصحاب عدل و توحید" کہتے ہیں۔

"واللہ اعلم بالصواب"

ذکر بعض من عقائد اہل سنۃ

سوال: مسح علی الکفین اور تراویح کا حکم کیا ہے؟

جواب: مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات جبکہ مسافر کے لیے تین دن اور تین رات موزوں پر مسح کرنا سنت ہے کو کہ تواتر سے ثابت ہے رمضان کی راتوں میں تراویح کی نماز سنت مؤکدہ ہے جسکی باقاعدہ جماعت کا آغاز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیا اور فرمایا[ھذہ نعمت البدعۃ]۔

سوال: [والصلاۃ خلف کل برّو فاجر] نماز نیک و فاجر کی اقتداء میں جائز ہے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہ جواز اس معنٰی پر ہے کہ فرض اُتر جائیگا نہ یہ کہ کوئی کراہت نہیں "فتاویٰ شامی" میں ہے فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز مکروہ و ممنوع ہے اصل بات یہ ہے کہ نماز عامہ کی جماعت سلاطین خود کیا کرتے تھے یا جنہیں وہ مقرر کرتے تھے تھے نماز کے لیے اور بعض اوقات حکّام بدمذہب و فاسق بھی ہوئے انکے پیچھے نماز نہ پڑھتے تو جان سے جاتے اس بناء پر یہ حکم ہوا کہ انکے پیچھے نماز پڑھ لیں لیکن یہ معاملہ تب ہے کہ جب اسکا فسق حدّ کفر تک نہ پہنچا ہو یا کوئی صالح مرد موجود نہ ہو۔

سوال: امام اعظم رحمہ اللہ نے مذکورہ اعمال کو عقائد میں شمار کیوں کیا؟

جواب: مذکورہ اعمال ثلاثہ یعنی (مسح الخفین، تراویح، نماز خلف البرّ والفاسق) اس میں باطل فرقوں کا ردّ ہے اور یہ عقائد اہلسنت میں سے ہیں جب امام اعظم رحمہ اللہ سے اہلسنت کے عقائد کے بارے میں معلوم کیا گیا تو آپ نے فرمایا (شیخین کو افضل ماننا، ختنین سے محبت کرنا، موزوں پہ مسح کرنا) وجہ یہ ہے کہ آپکے دور میں نئے نئے باطل فرقوں نے سر اُٹھایا اور عجیب و غریب نظریات پیش کیے تو امام اعظم رحمہ اللہ نے انکا ردّ بھی کیا اور اہلسنت کی علامت یہ بتائی کہ وہ (موزوں پہ مسح کریں گے، تراویح پڑھیں گے، شیخین کو افضل ماننا، ختنین سے محبت کرنا، اور نیک و فاسق کے پیچھے نماز پڑھیں گے)۔

سوال: کیامؤمن کو گناہ نقصان دیتاہے؟

جواب: اہلسنت وجماعت کے نزدیک مؤمن کو گناہ نقصان دیتاہے حصول ایمان ومعرفت کے بعد ارتکاب معصیت ایمان کو نقصان دیگااور سزا کے طور پر جہنم میں بھی جاسکتاہے اور متن کی یہ عبارت [ولانقول: ان المؤمن لا تضرّہ الذنوب وانه لایدخل النار] فرقہ مُرجِئہ کابطلان ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ مرتکب معصیت جہنم میں داخل نہ ہو گا۔

أسئلة الحاشية

سوال: فاسق وفاجر کی اقتداء میں نماز پڑھنے پر دلیل بیان کریں؟

جواب: اولاً تو نبی پاک ﷺ کا فرمان ہی سب سے بڑی دلیل ہے خود سرکار علیہ السلام نے فرمایا [صلوا خلف کل برّ ءِ فاجر]

اکثر علماء کے نزدیک یہ مسئلہ ہے کہ جس نے جمعہ اور جماعت کو فاجر امام کے پیچھے نہ پڑھا وہ بدعتی ہے صحیح بات یہی ہے کہ وہ نماز پڑھ بھی لے اور اعادہ کی حاجت بھی نہیں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ولید بن عقبہ بن معیط کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے اور وہ شراب پیا کرتے تھے۔

سوال: امام اعظم رحمہ اللہ کا فاسق وفاجر کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے بارے میں کیا نظریہ ہے؟

جواب: "منتقیٰ میں ہے" امام اعظم رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا اہلسنت وجماعت کے بارے میں تو آپ نے فرمایا: [أن تفضل الشیخین، وتحب الختنین، مسح الخفین، وتصلی خلف کل برّ وفاجر]۔

سوال: گنہگار مؤمن کے بارے میں مذہب اہلسنت کو فرقہ باطلہ سے ممتاز کریں؟

جواب: معتزلہ کے نزدیک مؤمن گنہگار ہو تو تب بھی جہنم میں جائیگا اور ہمیشہ جہنم میں رہیگا۔

مرجئہ، ملاحدہ، اور اباحیہ: یہ تین الگ فرقے ہیں ان کے نزدیک گنہگار مؤمن کبھی بھی جہنم میں نہیں جائیگا اسکے گناہ معاف ہیں۔

اہلسنت وجماعت: نہ مؤمن گنہگار ہمیشہ جہنم میں رہیگا اور نہ یہ کہ وہ جہنم میں جا نہیں سکتا بلکہ اہلسنت وجماعت کے نزدیک مؤمن گنہگار کے ساتھ اللہ عدل فرمائے گا تو وہ اپنی سزا پا کر جہنم سے نکالا جائیگا اور جنت میں ابدی طور پر داخل ہو گا اور اگر اللہ

فضل فرمائے تو بلا حساب و کتاب مؤمن کو جنت میں داخلہ عطا فرمائے گا: خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے[اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ]۔

"واللہ اعلم بالصواب"

آیات الانبیاء و کرامات الاولیاء حق

سوال: کیا انبیاے کرام و اولیاء عظام سے کارامت کا ظہور حق ہے؟

جواب: جی ہاں۔۔! انبیاے کرام سے معجازات اور اولیاء عظام سے کرامات کا ظہور بلکل حق ہے بلکہ قرآن و سنت سے ثابت ہے لیکن معتزلہ اور اہل بدعۃ کرامات اولیاء کو نہیں مانتے جبکہ شیعہ کرامات کا ثبوت فقط آئمہ اثنا عشرہ کے لیے ممکن مانتے ہیں۔

سوال: انبیاء کرام کو معجزات کیوں دیے گئے؟

جواب: معجزات انبیاے کرام کی نبوت پر دلیل ہوتے ہیں معجزات دیکھ کر لوگ نبی کی سچائی کا یقین کر لیتے ہیں جسکے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور ہوتا ہے جن کے آگے لوگ عاجز و حیران ہو کر رہ جاتے ہیں چاہے ضدی دشمن ہی نہ ہو اسکا دل یقین کر ہی لیتا ہے اور عقل والے ایمان لے آتے ہیں۔

سوال: جو چیزیں دشمنان خدا سے ظاہر ہوں وہ کیا ہوتی ہیں؟

جواب: جو چیزیں دشمنان خدا سے ظاہر ہوں وہ ہرگز معجزہ یا کرامت نہیں ہو سکتی جیسے کہ ابلیس، فرعون، دجّال سے جو خرقِ عادت کارنامے ظاہت ہونگے وہ معجزہ یا کرامت نہیں بلکہ استدراج ہوتا ہے جن ذریعے دنیاں میں دھوکے اور آخرت میں سزا

کے مستحق ہونگے یہ اپنے کارنامے دیکھ کر خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اا ور کفر و سرکشی میں حدّ سے بڑھ جاتے ہیں گرچہ انکے یہ کارنامے عقلاً ممکن الوقوع اور نقلاً ثابت ہیں۔

أسئلة الحاشية

سوال: معجزہ اور کرامت میں کیا فرق ہے؟

جواب: دراصل معجزہ اور کرامت دونوں خرقِ عادت (خیلاف عادت) کام ہیں جنکو عقل کے پیمانہ میں نہیں تولہ جاسکتا فرق یہ ہے کہ معجزہ نبی سے صادر ہوتا ہے اور نبی کی نبوت پر دلیل ہوتا ہے اور معجزہ چیلنج کے مقابلے میں دیکھایا جاتا ہے کیوں کہ نبی پر اعلان نبوت لازم ہوتا ہے جبکہ کرامت کا صدور اولیاء سے ہوتا ہے اور اس میں چیلنج کا کوئی دخل نہیں ہے کیوں کہ ولی پر اعلان ولایت لازم نہیں ہے۔

سوال: ولی کون ہوتا ہے مختصر وضاحت کو زینتِ قرطاس کریں؟

جواب: ولی "عارف باللہ" ہوتا ہے جسکو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اپنے درجہِ ولایت کے مطابق، نیک کاموں پر مواظبت کرنے والا ہو، معصیت سے بچنے والا ہو، نفسانی خواہشات ولغویات ولہوات سے اعراض کرنے والا ہو۔

سوال: کرامات کے متعلق اہلسنت وجماعت کے نظریے کو فرقِ باطلہ سے ممتاز کریں؟

جواب:

- معتزلہ کا عندیہ ہے کہ کرامات کا کوئی ثبوت نہیں یہ کرامات کے منکر ہیں۔
- اہل تشیع کا عندیہ ہے کہ کرامات کا صدور صرف آئمہ اثناعشرہ (بارہ امام) کے ساتھ خاص ہے اور یہ انکی ھوائے نفس ہے۔
- اہلسنت وجماعت کا مؤقف ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا واقعی ولی ہے اس سے کرامت کا صدور ہوتا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دریا نیل کو کتابت کے ذریعے جاری کرنا، اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا زہر پینا بغیر نقصان کے۔

سوال: [معجزہ، ارہاص، کرامت، استدراج، معونت، اہانت] سے کیا مراد ہے؟

جواب:

معجزہ: نبی سے بعد دعویٔ نبوت خیلاف عادت ظاہر ہونے والی چیز معجزہ کہلاتی ہے۔

ارہاص: نبی سے جو خیلاف عادت کام اعلانِ نبوت سے پہلے ظاہر ہو اراہص کہلاتا ہے۔

کرامت: ولی سے جو بات خیلافِ عادت ظاہر ہو کرامت کہلاتی ہے۔

استدراج: بے باک فجّار یا کفّار سے جو بات ان کے موافق ظاہر ہونا ستدراج کہلاتا ہے۔

معونت: عام مؤمنین سے جو بات خیلاف عادت ظاہر ہو معونت کہلاتی ہے۔

اہانت: بے باک فجّار یا کفّار سے جو بات ان کے خیلاف عادت ظاہر ہو اہانت کہلاتی ہے۔

سوال: فراست کسے کہتے ہیں نیز اسکی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے[اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ] بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں فراست والوں کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:[اتقوا فعاسة المؤمن فانه ینظر بنور اللہ]۔

فراست یہ مشتق ہے "وثوب الاسد علی الفریسة" سے اسکا معنٰی ہے شیر کا گھوڑے پر اچانک حملہ کرنا۔ نیز فراست کی تین قسمیں ہیں:

فراستِ ایمانیہ: یہ وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کے دل میں ڈالا جاتا فراستِ ایمانیہ کی حقیقت یہ ہے کہ یہ ایسا خیال ہے جو اچانک دل میں پیدا ہوتا یہ فراست ایمان کی قوت کے مطابق قوی ہوتی ہے۔

فراستِ ریاضیہ: یہ وہ فراست ہے جو بھوکے رہنے، شب بیداری کرنے، خلوت نشینی کرنے، سے حاصل ہوتی ہے نفس جب زامانے کو عوائق اور مخلوق کے تعلق سے خالی ہو جائے تو وہ صاحبِ فراست بن جاتا ہے مگر یہ فراست مؤمن اور کافر کے درمیان مشترک ہے یہ ایمان ولایت اور سیدھی راہ پر دلالت نہیں کرتی۔

فراستِ خلقیہ: یہ اَطباء حضرات کے پاس ہوتی ہے وہ مخلوق کے ظاہر سے ام کے باطن کا اندازہ لگاتے ہیں۔

"واللہ اعلم بالصواب"

رؤیۃ اللہ فی الآخرۃ

جامعۃ المدینہ فیضان مدینہ نیوکراچی

سوال: کیا اللہ تعالیٰ مخلوق کی تخلیق سے پہلے بھی خالق و رازق تھا؟

جواب: جی ہاں۔۔! جسطرح اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ازلی ابدی ہے بلکل اسطرح اسکی صفات بھی قدیم ازلی ابدی ہیں جس وقت کسی مخلوق کو تخلیق نہ کیا تھا تب بھی اللہ بلقوہ خالق و رازق تھا ہاں اُن صفات کا ظہور تب ہوا جب مخلوق وجود میں آئی تو بلفعل خالق ہوا۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کا آخرت میں دیدار ہوگا نیز کن لوگوں کو دیدارِ الٰہی ہوگا؟

جواب: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا اور تمام مؤمنین کو حسبِ مراتب دیدارِ الٰہی ہوگا کافر اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم ہونگے جیسا کہ سورۃ القیامہ میں ارشاد ہوتا ہے [وُجُوْهٌ يَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ (۲۲) اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ] یہ آیت مؤمنین

کے آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کے بارے میں ہے، جبکہ کفّار کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے[كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ]ہاں اس دن وہ اپنے ربّ کے دیدار سے محروم ہونگے۔

پس دنیاں کی زندگی میں دیدارِ الٰہی صرف سرکار ﷺ کے ساتھ خاص ہے آخرت میں ہر سنّی مسلمان کو دیدارِ الٰہی ہوگا رہا خواب میں دیدارِ الٰہی تو یہ اولیاء کرام کو بھی ہوتا رہا ہے جیسا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ نے خواب میں ۱۰۰ بار اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوا۔

أسئلة الحاشية

سوال: اللہ تعالیٰ کی صفتِ تخلیق اور صفتِ ترزیق کا ذکر تو پہلے گزر چکا ہے دوبارہ کیوں ذکر کیا؟

جواب: امام صاحب نے اسکا ذکر اگرچہ صفات کے بیان میں کر دیا مگر یہاں اسے مکرّر ذکر کیا تاکہ عام وخاص کو یہ علم ہو جائے کہ یہ عقیدہ رکھنا واجب ہے۔

سوال: دیدارِ الٰہی کے بارے علماء کرام کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: ملّا علی قاری اور ہمارے دیگر علماء نے فرمایا کہ دیدارِ الٰہی "بلا کیفیت" ہوگا ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی صورت کا دیدار کرائیگا اور "بلا کمیت" ہوگا ایسا نہیں کہ جناب باری تعالیٰ کی کوئی ہیئت ہوگی "بلا تشبیہ" ہوگا ایسا نہیں کہ وہ کسی کی مشابہ ہوگا "بلا مسافت" ہوگا قرب وبعد واتصال وانفصال وحلول الغرض ان تمام صفاتِ مخلوقیہ سے پاک منزّہ مبرّہ ہو کر جناب باری تعالیٰ کا آخرت میں دیدار ہوگا۔ ان شاء اللہ عزوجل

سوال: قرآن مجید میں [لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ] آیا کہ کوئی آنکھ اسکا احاطہ نہ کر سکے گی تو آخرت میں دیدار کس طرح ممکن ہے؟

جواب: ادراک رؤیت سے خاص ہے ادراک کہتے ہیں کسی چیز کا تمام حدود سے احاطہ کرنا اسکی تمام طرفوں سے واقف ہونا جبکہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ چیزیں محال ہیں لہذا ثابت ہوا کہ آخرت میں جناب باری تعالیٰ کا دیدار بطور رؤیت ہوگا نہ کہ ادراکا۔

"واللہ اعلم بالصواب"

تعریف ایمان

سوال: ایمان کسے کہتے ہیں؟

جواب: تمام ضروریات دین کا زبان سے اقرار کرنے اور دل سے تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے۔

سوال: [والایمان ھوالاقرار والتصدیق] اس عبارت کی وضاحت مطلوب ہے؟

جواب: امام اعظم رحمہ اللہ اپنی کتاب "الوصیۃ" میں فرماتے ہیں کہ ایمان زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنے کا نام ہے صرف زبان سے اقرار کر لینے کا نام ایمان نہیں وہ تو منافقین بھی کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں "کٰذبون" کے درجہ میں اتارا۔

أسئلة الحاشية

سوال: اہل زمین واہل آسمان سے کون مراد ہیں؟ نیز کیا ایمان کم زیادہ ہوتا ہے؟

جواب: "اہل آسماں" سے مراد ملائکہ اور اہل جنت ہیں اور "اہل ارض" سے مراد انبیاء اولیاء اور تمام مؤمنین ہیں چاہے نیک ہوں یا بد انکا ایمان کم زیادہ نہیں ہوتا کہ ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علی وجہ التحلیق ہے جو زیادتی اور نقصان کو قبول نہیں کرتی۔

سوال: کیا تمام مؤمنین ایمان میں برابر ہیں؟

جواب: جی ہاں۔۔! تمام مؤمنین ایمان و توحید کے لحاظ سے برابر ہیں ان میں سے کوئی کسی سے افضل و مفضول نہیں ہاں اعمال کے لحاظ سے متفاوت ہیں کسی کی کم نیکیاں ہیں کسی کی زیادہ اور عمل ایمان کا جزء نہیں یہی اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے بر خیلاف معتزلہ کے یہ عمل کو ایمان کا جزء مانتے ہیں جسکی وجہ سے ایمان میں کمی و زیادتی کے قائل ہیں لہذا متن کی یہ عبارت معتزلہ کا ردّ ہے۔ [والمؤمنون مستون فی الایمان والتوحید متفاضلون فی الاعمال]

سوال: اگر ایمان کم زیادہ نہیں ہوتا تو پھر اس آیت کا کی کیا تاؤیل ہو گی جو اللہ تعالیٰ فرمان ہے [وَاِذَا تُلِيَتۡ عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُهٗ زَادَتۡهُمۡ اِيۡمَانًا]؟ نیز امام رازی کا محقق قول بھی ذکر کریں۔

جواب: اللہ تعالیٰ کا فرمان [وَاِذَا تُلِيَتۡ عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُهٗ زَادَتۡهُمۡ اِيۡمَانًا] اور جب اُن پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے: "اس آیت کی تاؤیل یہ ہے کہ انکا ایمان یقین کے اعتبار سے بڑھ جاتا ہے یا پھر دوسرا قول یہ کہ انکا علمِ قرآن بڑھ جاتا ہے"

امام رازی فرماتے ہیں تحقیق شدہ بات یہ ہے کہ ایمان کی وزیادتی کو قبول نہیں کرتا تصدیق کرنے میں سب برابر ہیں لیکن یقین کرنے میں اہل ایمان کے مراتب مختلف ہیں جس کا جیسا یقین ہو گا اسکا ایمان اتنا یہ کامل ہو گا کیوں کہ عین الیقین کا رتبہ علم الیقین والوں سے بلند ہے۔

جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کاواقعہ جسکو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی زینت بنایا[وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰىؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ] "جب عرض کی ابراہیم نے اے رب میرے مجھے دکھادے تو کیوں کر مُردے جِلائے گافرمایا کیا تجھے یقین نہیں (عرض کی یقین کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے"

سوال: ایمان عمل کا جزء نہیں اس پر ایسی دلیل بیان کریں کہ معتزلہ کا ردّ ہو جائے؟

جواب: امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اپنی کتاب "الوصیۃ" میں [ثم العمل غیرالایمان، والایمان غیرالعمل] یعنی کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ مؤمن سے عمل اُٹھالیا جاتا ہے تو ایسا نہیں کہ اس سے ایمان بھی اُٹھالیا گیا مثلاً: حائضہ عورت سے مخصوص ایام میں نماز کا عمل اُٹھالیا جاتا ہے لیکن ایمان پھر بھی اسکے دل میں باقی رہتا ہے یہ دلیل گرچہ مختصر ہے لیکن معتزلہ پر دلیل قاہر ہے۔

"واللہ اعلم بالصواب"

علاقۃ الاسلام والایمان

سوال: اسلام اور ایمان کا لغوی واصطلاحی معنیٰ بیان کریں؟

جواب: اسلام کا لفظ (س، لام، میم،) کے مادہ سے بناہے جسکے دو معنیٰ ہیں

1: تسلیم واطاعت کرنا

2: سلامتی وتحفظ حاصل کرنا

اسلام کا لفظ ان دونوں معنیٰ کو شامل ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کو تسلیم کر کے اپنی زندگی اسکی اطاعت میں بسر کرنا اور یوں دنیاں اور آخرت میں اپنے لیے تحفظ و سلامتی کو یقینی بنالینا۔

ایمان کا لغوی معنیٰ ہے "امن دینا" شریعت ایمان اُن اسلامی عقائد کا نام ہے جنھیں مان کر انسان عذاب الٰہی سے امن میں آجاتا ہے۔

سوال: اسلام اور ایمان کے درمیان کیا فرق ہے؟

جواب: جمہور اہلسنت مذہب ہے کہ ایمان و اسلام ایک ہی شئ ہیں کیوں کہ اسلام کا معنیٰ ہے "خضوع" یعنی سر تسلیم خم کرنا اور انیقاد کا معنیٰ ہے "احکام کو قبول کرنا" خضوع اور انقیاد ہی تصدیق ہیں اور ایمان کی تعریف تصدیق کے ساتھ کی جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان ایک ہی ہیں۔

سوال: دین کسے کہتے ہیں؟

جواب: جب دین کا لفظ مطلق بولا جائے تو اس سے مراد تصدیق و اقرار ہے اور انبیاء کرام کے لائے ہوئے احکام کو قبول کرنا ہوتا ہے یہی امام اعظم کی مراد ہے نہ کہ یہ کہ دین بر سبیلِ انفراد ایمان، احکام، شریعت پر بولا جائے جیسا کہ بعض کو وہم ہوا۔

أسئلة الحاشية

سوال: اسلام اور ایمان کے درمیان لغۃ کیا فرق ہے؟

جواب: ایمان کو خاص کیا (انقیادِ باطنی) کے ساتھ اور اسلام کو خاص کیا ہے (انقیادِ ظاہری) کے ساتھ یعنی مراد یہ کہ ایمان باطنی طور پر احکام الٰہیہ کو قبول کرنے کا نام ہے اور اسلام ظاہری طور پر اُن احکام پر عمل کرنے کا نام ہے جس پر جناب باری کا فرمان شاہد ہے: [قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ]

نوٹ: اسطرح ایمان اور اسلام کے درمیان حدیث جبرائیل علیہ السلام بھی دلالت کرتی ہے کہ اس میں بھی ایمان کو تصدیق کے ساتھ خاص کیا اور اسلام کو عمل کے ساتھ قائم کیا۔

سوال: [فھما کالظھر مع البطن] اس عبارت کی وضاحت مطلوب ہے؟

جواب: المختصر۔۔! یہاں یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ ایمان اور اسلام ایک دوسرے کے لیے اسطرح ہیں جیسے پیٹھ پیٹ کے ساتھ ان میں سے ایک کاوجود دوسرت کے وجود کے بغیر جیسے ثابت نہیں ہو سکتا ویسے ہی ایمان اور اسلام کا معاملہ ہے یہی مثال عقل و فھم کے زیادہ قریب ہے۔

سوال: عقیدہ طحاوی میں لفظ دین کے متعلق کیا وضاحت ہے بیان کریں؟

جواب: عقیدہ طحاوی میں بات موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دین زمین و آسمان میں ایک ہی ہے اور وہ غلو و تقصیر، تشبیہ و تعطیل، جبر و قدر، امن و یاس کے مابین کا متوسط دین ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے نبی پاک صاحبِ لولاک ﷺ نے فرمایا: [انا معاشر الانبیاء دیننا واحد] اور وہ دینِ توحید ہے لیکن شریعتیں مختلف تھی۔

"واللہ اعلم بالصواب"

معرفتنا باللہ تعالیٰ

سوال: ہم اللہ تعالیٰ کی معرفت کیسے حاصل کرتے ہیں؟

جواب: جو اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حق ہے (باعتبار مقدور عبد) اس اعتبار سے ہم اس کی معرفت حاصل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں اپنی صفات ثبوتیہ اور صفات سلبیہ کو بیان فرمایا اُنہی صفاتِ ثبوتیہ و سلبیہ کے واسطے سے ہم اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتے ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ کی "ذات وصفات" کا احاطہ کرنے سے کہ انکا احاطہ مخلوق کے بس میں نہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:[لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ٘ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ]

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:[تفکروا فی کل شئی ولا تفکروا فی ذات اللہ]

سوال: کیا بندے اللہ تعالیٰ کی عبادت کماحقہ کرتے ہیں؟

جواب: نہیں۔۔! جیسے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ہے اور جیسی عبادت کا اللہ تعالیٰ حقدار ہے ویسی عبادت کرنے پر بندگانِ خدا قادر نہیں کیوں کہ بندے اسکی نعمتوں کو شمار کرنے سے عاجز ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:[وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا]

سوال: تمام مؤمنین کن امور میں ایک دوسرے کے برابر ہیں؟

جواب: تمام مؤمنین درج ذیل امور میں مساوی (برابر) ہیں:

1: اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر یقین رکھنے میں۔

2: دینی امور پر یقین رکھنے میں۔

3: اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے میں۔

4: اللہ ورسول سے محبت کرنے میں۔

5: قضاء وقدرت پر راضی رہنے میں۔

6: اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خوف کرنے میں۔

7: اللہ تعالیٰ کی رضا وثواب کی امید رکھنے میں۔

8: ذات باری کے وجود پر یقین رکھنے میں۔

نوٹ: ان امور میں کمی زیادتی کا تصور نہیں ہے۔

أسئلة الحاشية

سوال: اگر بندے اللہ تعالیٰ کی عبادت کماحقہ نہیں کرسکتے تو پھر عبادت کرنے کا کیا مطلب ہوا؟

جواب: بندے اپنے عجز کے وصف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کرتے ہیں بعض عارفین نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ یہ آیت[اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ]نازل نہ فرماتا تو ہم اسکی عبادت ادا نہ کرپاتے۔

سوال: تمام مؤمنین کن امور میں متفاضل (کم تر و بر تر) ہیں؟

جواب: جو امور اقرار و تصدیق کے علاوہ ہیں ان میں مؤمنین ایک دوسرے سے متفاضل ہیں مثلاً: قیامِ ارکان، تقویٰ کے مختلف درجات، عصیان کے درجہ میں، فسق و مجور میں۔

امام طحاوی فرماتے ہیں: ایمان ایک ہے اور اہلِ ایمان ایمان کی اصل میں برابر ہیں جبکہ خشیتِ الٰہی، نفس کی مخالفت میں متفاوت ہیں۔

سوال: اللہ تعالیٰ کا فضل و عدل کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ بعض بندوں پر اپنے فضل سے فضل فرمانے والا ہے اور بعض بندوں پر اپنے عدل سے عدل فرمانے والا ہے اللہ چاہے تو اپنے فضل سے بندے کو اسکے حق سے زیادہ دنیا و آخرت میں ثواب عطا فرمائے:

[وَ اللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ]

لیکن اللہ تعالیٰ کسی کے گناہوں پر زیادتی نہیں کرتا:

[مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ]۔

سوال: صفات ثبوتیہ اور صفات سلبیہ کی تعریف بیان کریں۔۔!

جواب: صفات ثبوتیہ: وہ صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ کے کمالات کو بیان کرتی ہیں ان میں ذرہ برابر بھی نقص کا شائبہ نہیں پایا جاتا۔

صفات سلبیہ: وہ صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات سے کسی بھی طرح کے نقص کی نفی کرتی ہیں۔

"واللہ اعلم بالصواب"

سوال: شفاعت کسے کہتے ہیں

جواب: شفاعت کا معنٰی کے کوئی شخص اپنے بڑے کی بارگاہ میں اپنے چھوٹے کے لیے سفارش کرے دھمکی و دباؤ سے بات منوانے کو شفاعت نہیں کہتے اور نہ ہی شفاعت "ڈر کر" یا "دب کر" مانی جاتی ہے اتنی بات تو عام لوگ بھی جانتے ہیں کہ دب کر بات ماننا قبولِ سفارش نہیں بلکہ مجبوری ہے۔

سوال: وہ کون لوگ ہیں جن کی شفاعت قبول کی جائیگی؟

جواب: شفاعت کا سب سے پہلے دروازہ نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ ﷺ سے کھولیں گے انبیاء کرام کی شفاعت عمومی طور پر ہوگی جبکہ ہمارے آقا ﷺ کی شفاعت کے خاص مقامات ہیں مثلاً: مقام محمود، لواء الحمد، حوض کوثر۔۔!

قرآن کریم میں شفاعت کے دو اصول بیان ہوئے ہیں:

1: کسی کی شفاعت سے قبل اذنِ الٰہی کا ہونا۔

2: شفیع کا صادق راست باز اور معقول بات کہنے والا ہونا۔

سوال: میزان کیا ہے نیز کیا بندوں کے اعمال کا حساب بروزِ قیامت ہوگا؟

جواب: میزان ایک ترازو ہے اور اسکا ہونا حق ہے قیامت کے دن اس پر لوگوں کے نیک و بد اعمال وزن کیے جائیں گے نیکی کا پلّہ بھاری ہونے کے یہ معنٰی ہیں کہ وہ اُوپر بلند ہوگا دنیا سا معاملہ نہیں جو بھاری ہو تا تو نیچے جھکتا ہے قرآن مجید میں اس بارے میں ارشاد ہوتا ہے: [وَ الْوَزْنُ يَوْمَىِٕذِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ]۔

نیز قیامت کے دن اعمال کا حساب و کتاب ہونا حق ہے اسکا منکر کافر ہے حساب و کتاب کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: [فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا]۔

أسئلة الحاشية

سوال:اہلسنت وجماعت کا شفاعت کے بارے میں کیا عقیدہ ہے؟

جواب:خاصّان خدا عزوجل کی شفاعت حق ہے اور اس پر اجماع ہے بکثرت آیاتِ قرآن،احادیث ِطیبہ اور کتبِ دینیہ اس سے مالامال ہیں[فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ]اس آیت کے تحت علامہ ملّا علی قاری فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام علیھم السلام،اولیاء،علماء،شہداء،فقراء حضرات کی شفاعت اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے قبول فرمائیگا،حجاج حفاظ بلکہ ہر وہ شخص جسے کوئی دینی منصب حاصل ہوگا وہ اپنے متعلقین کی شفاعت کریگا نابالغ بچے جو بچپن میں ہی انتقال کر گئے وہ اپنے والدین کی شفاعت کریں گے۔

سوال:بارگاہ الٰہی میں سب سے پہلے شفاعت کا حق کسے ملیگا؟

جواب:حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ خود ارشاد فرماتے ہیں:[أنا اوّل شافعٍ و مشفعٍ] "میں ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میری شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی"

جب تک حضور ﷺ بابِ شفاعت نہ کھولیں گے کسی کو مجالِ شفاعت نہ ہوگی بلکہ جتنے بھی شفاعت کرنے والے ہوں گے وہ حضور ﷺ کے دربار کے گھر بار ہیں۔

سوال:حضور ﷺ کی شفاعت کتنی طرح کی ہوگی؟

جواب:حضور ﷺ کی شفاعت کئی طرح کی ہوگی:

1:شفاعت کبریٰ

2:کئی مسلمانوں کو بلا حساب جنت میں داخلہ دلوانا جنکی تعداد چار ارب نوّے کروڑ ہے اور جو ان سے زائد ہونگے وہ اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ کے علم میں ہیں۔

3:بہت سے وہ جو مستحق جہنم ہونگے انکو جہنم سے بچائیں گے۔

4:بعضوں کی شفاعت فرما کر انہیں جہنم سے نکالیں گے۔

5:بعضوں کے درجات بلند کروائیں گے۔

6:بعض کا عذاب کم کروائیں گے۔

7:جنکی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں گے انکو بھی جنت میں داخلہ فرمائیں گے۔

سوال:شفاعت کبریٰ کیا ہے وضاحت مطلوب ہے۔۔!

جواب: حضور ﷺ کی شفاعت جو تمام مخلوق کے لیے ہو گی حتیٰ کہ کافروں کے لیے بھی وہ اسطرح کہ حساب کا انتظار نہایت جاگزرا ہو گا کفار تمنّا کریں گے کہ کاش ہمیں اس حساب سے نجات مل جائے تو اس انتظار سے کفار کو نجات بھی حضور ﷺ کی بدولت ملے گی اس پر تمام اولین و آخرین حضور ﷺ کی تعریف کریں گے اسی کو مقام محمود کہتے ہیں اور یہ صرف حضور ﷺ کا خاصہ ہے۔

سوال:جو شخص شفاعت کا منکر ہو اسکا کیا حکم ہے؟

جواب:چونکہ آیات قرآن، احادیث، اور اجماع امت سے شفاعت ثابت ہے جو اسکا منکر ہے وہ گمراہ و کافر ہے یہ کہہ دینا کوئی کسی کا وکیل و سفارشی نہیں قرآن و احادیث کی صریح مخالفت ہے بلکہ خدا اور رسول پر بہتان باندھنا ہے۔

"واللہ اعلم بالصواب"

الجنۃ والنار لا تفنیان

سوال:[والجنة والنار مخلوقتان الیوم] اس عبارت کی وضاحت نیز اہلسنت وجماعت کے مذہب کو فرقِ باطلہ سے امتیاز کریں؟

جواب: جنت اور جہنم کا وجود حق ہے اس پر بے شمار آیات واحادیث دلالت کرتی ہیں فلاسفہ اسکے منکر ہیں

"معتزلہ کے نزدیک یہ (جنت ودوزخ) ابھی پیدا نہیں ہوئی قیامت کے دن پیدا کی جائیں گی"

"**اہلسنت وجماعت**" کے عند (جنت ودوزخ) پیدا کی جاچکی ہیں اس پر قرآن مجید میں ماضی کے صیغے کے ساتھ ذکر آیا ہے

جنت کے بارے میں فرمایا[اُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِیۡنَ] اور جہنم کے بارے میں آیا[اُعِدَّتۡ لِلۡکٰفِرِیۡنَ]۔

حدیث قدسی:[أعدت لعبادی الصالحین مالا عینَ رأت، ولا أُذن سَمعت، ولا خطرَ علی قلب بشر]۔

سوال: کیا جنت اور جہنم کو فنا ہونا ہے؟

جواب: جنت اا ور جہنم فنا نہیں ہوں گی اور نہ ہی ان میں رہنے والے فنا ہوں گے قرآن مجید میں جنت کے بارے میں آیا[اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ ۚ ھُمۡ فِیۡھَا خٰلِدُوۡنَ] اور جہنم کے بارے میں آیا[فَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمۡ فِیۡھَا خٰلِدُوۡنَ] توجب ان میں رہنے والے فنا نہیں ہوں گے تو یہ کیسے فنا ہو سکتی ہیں۔

أسئلة الحاشية

سوال: جنت اور جہنم کا انکار کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: جنت اور دوزخ کا انکار کرنا کفر ہے یونہی یہ کہنا کہ دوزخ میں نہ سانپ بچھوں ہیں اور نہ وہ عذاب جس کا ذکر مسلمانوں میں رائج ہے اور نہ ہی دوزخ کا وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں جو نافرمانی کے سبب تکلیف پہنچتی ہے اسی کیفیت کا نام دوزخ ہے یہ سب باتیں کفر قطعی ہے یہی باتیں جنت کے بارے میں کہنا کہ جنت میں کوئی راحت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرکے جو دل کو راحت ملتی ہے اس کیفیت کا نام جنت ہے یہ بھی قطعاً کفر ہے۔

سوال: ہدایت اور گمراہی کا مالک کون ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہے اپنے فضل سے ایمان واطاعت کی طرف ہدایت دے اور وہ ہی ہے کہ جسے چاہے اپنے عدل و انصاف سے گمراہ کرے یہ عین عدل کے مطابق ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کا بندے کو گمراہ کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے اللہ تعالیٰ اس بندے کو نیک اعمال کرنے کی توفیق ہی نہیں دیتا جو نیک اعمال اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے اور نہ ہی اسکو نیک اعمال کرنے پر مدد ملتی ہے نیز قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: [فَمَنۡ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنۡ يَّهۡدِيَهٗ يَشۡرَحۡ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ ۚ وَمَنۡ يُّرِدۡ اَنۡ يُّضِلَّهٗ يَجۡعَلۡ صَدۡرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجۡعَلُ اللّٰهُ الرِّجۡسَ عَلَى الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ]۔

سوال: کیا شیطان بندے سے زبردستی ایمان چھین لیتا ہے؟

جواب: نہیں۔۔! اہلسنت کا اس بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ شیطان اللہ تعالیٰ کے ایماندار بندوں سے ایمان نہیں چھین سکتا جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: [اِنَّ عِبَادِىۡ لَيۡسَ لَكَ عَلَيۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ]

لیکن جب بندہ اپنے ایمان کے بارے میں بے خوف ہو کر گناہوں میں پڑ جاتا ہے تو شیطان کے لیے اسکے ایمان کو سلب کرنا آسان ہو جاتا ہے جیسا کہ مذکورہ آیت کے آگے ارشاد ہوتا ہے [اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الۡغٰوِيۡنَ]۔

سوال: قبر سے کیا مراد ہے نیز قبر میں کون کونسے سوال ہونگے؟

جواب: قبر سے مراد مردے کا ٹھکانہ ہے مزید یہ کہ قبر میں منکر نکیر کے تین سوال کا ہونا بھی حق ہے وہ تین سوال یہ ہیں:

[من ربک ما دینک من نبیک]

بس جس نے دنیا میں ایمان والی زندگی گزاری ہوگی وہ ان سوالات میں ثابت قدم رہیگا قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے [يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ] اور جس نے گناہوں میں زندگی گزاری ہوگی یا کفر اور گمراہی میں سندگی بسر کی ہوگی تو وہ ان سوالات میں لڑکھڑا جائیگا۔

سوال: قبر میں روح کے اعادہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: قبر میں روح کے اعادہ سے مراد یا تو بعینی روح کا جسم میں لوٹا دینا ہے یا پھر روح کا جسم کے ساتھ تعلق کو برقرار رکھنا ہے یہ کہنا کہ روح کسی دوسرے کے بدن میں چلی جاتی ہے چاہے وہ بدن انسان کا ہو یا جانور کا یہ محض باطل خیال ہے۔

سوال: کیا موت کے بعد روح بھی مر جاتی ہے؟

جواب: موت کا معنٰی ہے روح کا جسم سے جدا ہونا یہ معنٰی نہیں کہ روح فنا ہو جاتی ہے جو روح کو فنا مانے وہ بد مذہب ہے۔

"واللہ اعلم بالصواب"

عذاب القبر

سوال: کیا قبر مردے کو دباتی ہے؟

جواب: جب مردے کو قبر میں دفن کرتے ہیں تو قبر اسکو دباتی ہے اگر وہ مسلمان ہو تو قبر کا دبانا اسطرح ہوتا ہے جیسے ماں اپنی اولاد کو پیار سے چپٹا لیتی ہے جبکہ دوسری طرف اگر وہ کافر ہو تو قبر اسے یوں دباتی ہے کہ اسکی پسلیاں آپس میں پیوست ہو جاتی ہیں۔

سوال: کیا قبر میں مردے کو عذاب ہوتا ہے؟

جواب: جی ہاں۔۔! تمام کفار کو اس عذاب کا مزہ چکنا ہے جبکہ مسلمانوں میں بعض عصاۃ (گنہگار) کو انکی معصیت کے مطابق ہو گا بعض نے کہا گنہگار مسلمانوں کو شبِ جمعہ تک عذاب ہو گا پھر وہ عذاب اُٹھا لیا جائیگا۔

سوال: [کل ما ذکرہ العلماء بالفارسیۃ من صفات اللہ تعالیٰ] اس عبارت کا کی مطلب ہے؟

جواب: مراد یہ ہے کہ علماء نے جو اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہ ذکر کی ہیں (چہرہ، قدم، آنکھ، وغیرہ) ان کے ذریعے گفتگوں کرنا جائز ہے اور یہ بھی ذہن میں ہو کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء افہام پر غالب ہیں اور اسکی صفات اوہام سے مرتفع ہیں ہاں لفظ "ید" کو فارسی میں ذکر نہ کیا جائے کہ لفظ "ید" کو فارسی زبان میں تعبیر کرنا جائز نہیں۔